باب# ۱۵۹

غزوہ احزاب (غزوہ خندق)

جب تمام اسلام دشمن طاقتوں نے مدینے کو مٹا دینے کے لیے متحدہ حملہ کیا

۱. غزوہ بدرِ ثانیہ اور اخراج بنو نضیر کے بعد حجاز کا سیاسی منظر

۲. سرداران یہود اور قریش میں مذاکرات

۳. یہود اور قریش کے اتحاد کی توسیع کی کوششیں

۴. ریاستِ مدینہ کا دشمنوں پر نظر رکھنے کا نظام

۵. کفّار کی متحدہ افواج کی مدینے کی جانب پیش قدمی

۶. مدینے میں حملہ آوروں کی پیش قدمی کی اطلاع

۷. خندق کی کھدائی کا منصوبہ

۸. کھدائی کے کام کا آغاز

۹. خوراک کی کمیابی اور برکت کے واقعات

۱۰. کھدائی کا کام اور جوش و جذبہ بڑھانے والے اشعار

۱۱. معجزات

۱۲. جنگ کے لیے مسلمانوں کے کیمپ کا ترتیب پانا

۱۳. دشمن کی آمد، پڑاؤ اور پیش قدمی

۱۴. افواجِ کفّار پر طویل محاصرے کے منفی اثرات

۱۵. خندق پار کرنے کی کوششیں اور اُن کا مقابلہ

۱۶. خندق پر پہلا اور آخری تلوار سے مقابلہ

۱۷. حُیَیّ بن اَخطَبُ کی بنو قریظہ کو اپنے ساتھ ملانے کی کوششیں

۱۸. بنو قریظہ کی جانب سے معاہدہ ختم ہونے کا اعلان

۱۹. خندق پر کفار کو روکنے کے دوران نمازوں کا فوت ہونا

۲۰. بنو قریظہ کا عورتوں کے کیمپ پر حملے کا ناکام منصوبہ

۲۱. مسلمانوں تک بنو قریظہ کی غدّاری کی اطلاع کا پہنچنا

۲۲. مسلمانوں کا وفد بنو قریظہ کے پاس

۲۳. سردارِ اوس سعد بن معاذؓ کا زخمی ہونا اور شہادت کی دعا

۲۴. منافقین کی گھبراہٹ اور حرکتیں

۲۵. بنو غطفان کو متحدہ احزاب سے کاٹنے کی کوششیں

۲۶. نعیم بن مسعود رضی اللہ عنہ کی حکمتِ عملی پانسہ پلٹتی ہے

۲۷. طوفان بادوباراں

۲۸. حذیفہ بن یمان خندق کے پار احزاب کے درمیان

۲۹. بدحواسی میں احزاب کے بھاگنے کا منظر

۳۰. خندق کے اِس جانب مسلمانوں کے کیمپ کے مناظر

۳۱. اب وہ ہم پر نہیں، ہم اُن پر فوج کشی کریں گے!

باب# ۱۵۹

غزوہ احزاب (غزوہ خندق)

شوال ۵ ہجری [مارچ ۶۲۷ عیسوی]

جب حجاز کی تمام اسلام دشمن طاقتوں نے مدینے کو مٹادینے کے لیے متحدہ حملہ کیا

۱. غزوہ بدرِ ثانیہ اور اخراج بنو نضیر کے بعد حجاز کا سیاسی منظر نامہ

شوال ۳ ہجری سے شعبان ۵ ہجری کے پونے دو برسوں میں غزوہ اُحد اور اُس کے بعد مسلمانوں کی مسلسل یکے بعد دیگرے فوجی کارروائیوں سے تمام اسلام دشمن طاقتوں پر ایک سکتہ طاری ہو گیا تھا۔ وہ نہیں سمجھ پا رہی تھیں کہ گزشتہ چار برسوں میں کیا انقلاب آگیا ہے اور اب کس طرح اپنی قدیم حیثیت کو برقرار رکھتے ہوئے زندگی کے کارواں کو آگے بڑھنا ہو گا۔

یہودیوں کے دو بڑے قبیلے اپنی آپس کی ناچاقیوں اور مسلمانوں کے ساتھ مستقل بد عہدیوں کی بنا پر مدینے سے نکالے جا چکے تھے۔ اب صرف بنو قریظہ یہاں باقی تھے جن کی بقا کا انحصار مدینے کی حکومت کے ساتھ کامل وفاداری کے ساتھ معاہدوں کے مطابق چلنا تھا یا حجاز کی اسلام دشمن طاقتوں کے ساتھ مل کر کسی طور مدینے کی حکومت کو کاملاً ختم کر کے مدینے پر قبضہ کر لینا تھا۔

مدینے میں نوخیز اسلامی حکومت کے قیام کا پانچواں برس اپنے اختتام کی جانب گامزن تھا اور مسیحی تقویم کے لحاظ سے یہ ۶۲۷ء کے ابتدائی ایّام تھے۔ اِن پانچ برسوں میں سیاسی و عسکری گردشوں نے حجاز کی آبادی کو تین مجتمع مراکز اور ایک منتشر قبائل پر مشتمل چار گروہوں میں تقسیم کر دیا تھا۔

- پہلا گروہ مکہ اور اطراف کے قبائل پر مشتمل تھا۔ اس مرکز کے مقتدر قریش، بدر کبریٰ کی مار کے زخم ابھی تک چاٹ رہے تھے، جن پر بدرِ ثانی سے فرار کی رُسوائی نے مزید نمک چھڑک دیا تھا۔ لیکن وہ ہار ماننے والے نہیں تھے۔ اُن کو سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ کیوں کر پیش قدمی کریں۔
- دوسرا گروہ محمد عربی ﷺ کی قیادت میں نمو پذیر تھا۔ یہ گروہ، مدینہ بشمول اطراف کے کچھ معاہد قبائل اور بنو قریظہ پر مشتمل تھا۔ بنو قریظہ اور کچھ قبیلوں سے معاہدوں کے باوجود مسلمانوں کو بے سروسامانی اور عددی قلت کے ساتھ اپنے کثیر التعداد اور وسائل سے مالا مال اپنے سے دس گنا بڑے دشمنوں سے زندگی اور موت کی جنگ کو تنہا

ہی لڑنا تھا۔

- تیسرا گروہ بنو قریظہ کے ماسوا تمام یہود کا تھا۔اِس کا مرکز خیبر کے یہودیوں کی قدیم بستیاں تھیں، جہاں مدینے سے نکالے ہوئے یہودی اپنے یہودی بھائیوں کی پناہ میں جا کر بس گئے تھے، انھوں نے اپنے کھوئے ہوئے علاقے واپس لینے کا تہیہ کیا ہوا تھا۔اِن یہودیوں کی تمام امیدوں کا سہارا قریش کی اُن فوجی تیاریوں پر تھا جو مکے میں رسول اللہ ﷺ کے خلاف آخری اور فیصلہ کن حملے کے لیے کر رہے تھے۔

- چوتھا گروہ آزاد، لٹیرے بدو قبائل پر مشتمل تھا۔ خیبر اور مکے کے درمیان مدینے کو گھیرے میں لیے ہوئے علاقے میں یہ لوگ آباد تھے۔یہ نسلی، نظریاتی یا جغرافیائی لحاظ سے ایک وحدت تو نہیں تھے مگر مدینے کی اُبھرتی ہوئی منظم حکومت سے خوف زدگی اور مخاصمت اِن کو ایک گروہ میں جوڑنے والا مشترک عنصر تھا۔

مدینے سے جلا وطن یہود نے خیبر کے یہود کے ساتھ مل کر مسلمانوں سے نبٹنے کے لیے نئے سرے سے کوششیں شروع کیں۔وہ تمام اسلام دشمن طاقتوں کو جوڑ کر مدینے پر چڑھالانا چاہتے تھے۔ بنو نضیر کا جلا وطن حُیَیّ بن اَخْطَبْ اِن کوششوں کا سرغنہ تھا۔

۲. سرداران یہود اور قریش میں مذاکرات

مسلمانوں کے ہاتھوں مدینے سے نکالے ہوئے بنو نضیر اور خیبر کے دیگر یہودی سرداروں اور دانش وروں کے طویل باہمی غور وفکر کے بعد مدینے کی مملکت کو ختم نہیں تو کم از کم سرنگوں کرنے کی ایک تجویز لے کر یہودیوں کے بیس سرداروں کا ایک وفد قریش سے مذاکرات کے لیے بنو نضیر کے سردارِ اعلیٰ، حُیَیّ بن اَخْطَبْ کی قیادت میں خفیہ دورے پر مکے پہنچا۔اِس وفد میں سلام بن الحقیق [یا عبداللہ بن ابی الحقیق، المعروف: ابورافع]، سلام بن مِشکم، کنانہ بن الربیع، ہوذہ بن قیس اور ابو عُمارہ جیسے یہود کے چوٹی کے سردار شامل تھے۔قریش کے ساتھ کامیاب مذاکرات نے مسلمانوں کے خلاف قریشِ مکہ کی جنگی تیاریوں کو بامِ عروج پر پہنچا دیا۔

اراکین وفد نے ابوسفیان سے کہا: ہم محمدؐ کو جڑ سے اکھاڑ پھینکیں گے۔

ابوسفیان نے جواب دیا کہ وہ لوگ، جو محمدؐ کے خلاف ہمارے معاون بنیں ہمیں بہت ہی عزیز ہیں۔

جنگِ اُحد کے اختتام پر میدانِ جنگ سے جاتے ہوئے ابوسفیان نے اگلے برس میدانِ بدر میں مسلمانوں کو ایک جنگ کا چیلنج دیا تھا مگر قریش ناموافق حالات اور کچھ مسلمانوں کی ایک برس کے دوران متعدد فتوحات خصوصاً بنو نضیر کے مدینے سے شہر بدر کیے جانے پر بہت زیادہ سہم گئے تھے، اور اپنے ہی دیے ہوئے چیلنج کے

مطابق جنگ کے لیے میدانِ بدر میں نہیں پہنچ پائے تھے اس لیے یہود کی جانب سے پورے عرب کا مدینے پر ایک مشترکہ حملے کا خیال اُنھیں بہت ہی دل فریب ہونے کے ساتھ بہت معقول بھی لگا۔ اس جنگ میں یقینی کامیابی کی صورت میں وہ اپنے دشمن سے نجات پانے کے ساتھ اپنی کھوئی ہوئی شہرت کو بھی بحال ہوتا دیکھ رہے تھے۔

یہودی، قریش کے دیگر تمام سرداروں کے ہمراہ کعبے کے اندر گئے، سب نے مل کر بڑے خشوع و خضوع کے ساتھ اللہ کی قسم کھائی اور عہد کیا کہ وہ ایک دوسرے سے تعاون میں کوتاہی نہیں کریں گے حتّٰی کہ اُن کو اپنے مقصد کے حصول میں مکمل کامیابی نہ حاصل ہو جائے۔

اس موقع پر قریش کو خیال گزرا کہ کیوں نہ یہود سے جو آسمانی کتب کو جاننے والے ہیں، لگے ہاتھوں یہ نہ پوچھ لیا جائے کہ یہ نئے مذہب کا بانی حق پر ہے یا نہیں؟

ابوسفیان بولا: اے سردارانِ یہود، تم پر آسمانی کتاب کا نزول ہوا، ہمیں بتاؤ کہ محمدؐ کے بارے میں ہمارا موقف کیسا ہے؟ کیا ہمارے دینی عقائد اُس کے دین سے بہتر نہیں ہیں؟

توریت کے ماننے والے یہودیوں کے لیے توحید و آخرت کے نظریے کا علم اُٹھائے مسلمانوں کو غلط قرار دینا بڑا مشکل، اور خود اپنے آپ کو غلط کہنے کے مترادف تھا لیکن مدینے سے نکالے ہوئے یہود اسلام دشمنی میں اتنے آگے جا چکے تھے کہ بے غیرتی اور بے اصولی اُن کے لیے مشکل نہ رہی تھی، بول اُٹھے کہ تم لوگوں کا مذہب اُن سے بہتر ہے اور تم لوگ اُن کے مقابلے میں حق و صداقت سے قریب تر ہو۔ایسی ہی باتیں کعب بن اشرف نے بدرِ کبریٰ کے بعد قریش سے کی تھیں اور کعبے کے پردے پکڑ کر اہلِ مدینہ سے انتقام کا عہد کیا تھا[1]۔

ا اللہ کی کتاب کے حاملین کے درمیان یہ ایک بڑا عیب پہلے بھی رہا اور آج بھی ہے کہ اپنے معمولی مفادات کی خاطر اللہ کو، آخرت کو اور نبیوں کے ماننے والوں کے مقابلے میں مشرکوں اور ملحد لادینوں کو بہتر قرار دے دیتے ہیں، دورِ حاضر میں انڈیا، میانمار اور چائنا میں اہلِ توحید پر بت پرست ہندوؤں، بُدھ مت کے ماننے والوں اور ملحدوں کے مظالم کے خلاف عیسائی اور یہود حکومتیں تو درکنار مسلمان ممالک کی حکومتیں بھی آواز اُٹھانے کی جرأت نہیں کر پاتی ہیں۔ماضی قریب میں برصغیر میں ہم نے وہ حاملین قرآن مجید، ایسے علماء دیکھے جو مسلمانوں اور عیسائیوں کے مقابلے میں بت پرست ہندوؤں کو زیادہ بہتر اور حمایت کا مستحق جانتے تھے اسی طرح عرب میں سلفی علماء نے اِخوان کے مقابلے میں ملحدوں کو پسند کیا، اُن کی بالادستی کے لیے اُن کا ساتھ دیا اور آخرکار اخوان خون میں نہلائے گئے۔قرآن حیرت سے اِس طرزِ عمل پر اپنا بیانیہ یوں دیتا ہے: أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ أُوتُوا نَصِيبًا مِّنَ الْكِتَابِ يُؤْمِنُونَ بِالْجِبْتِ وَالطَّاغُوتِ

۳۔ یہود اور قریش کے اتحاد کی توسیع کی کوششیں

دونوں اتحادیوں نے اپنے باہمی مفادات کی تکمیل کے لیے اسلام کو جڑ سے مٹانے کا منصوبہ تشکیل دیا۔ یہودیوں نے مکے اور مدینے کے درمیان اور مدینے کے اطراف میں بسنے والے تمام قبائل کو مدینے کی اس نوخیز 'خطرناک' اسلامی ریاست کو مٹانے کے منصوبے میں شرکت کی دعوت دی۔ اِن قبائل کا گزارا مویشی پالنے کے ساتھ لوٹ مار پر تھا یا اُس آمدنی پر تھا جو اُنھیں اپنے علاقوں سے گزرنے والے اُن تجارتی قافلوں سے ہوتی تھی جن کو گزرنے کے لیے انھوں نے اجازت دے رکھی تھی۔ اِن قبائل کی اس منصوبے میں شرکت کی وجہ صاف ظاہر ہے کہ اسلام، اُن کی بے قید آزادی، اُن کے کلچر اور اُن کے لوٹ مار کے پیشے کی بقا کے لیے ایک بڑا خطرہ تھا۔ سرداران یہود نے گھوم پھر کر پورے صحرائے نجد میں آباد مدینے کی حکومت سے خوف زدہ قبائل کو اس جنگ میں شریک کر لینے کا ذمہ لیا اور یہ طے پایا کہ جن قبائل میں مدینے سے دشمنی اور انتقام کا جذبہ نہ پایا جائے اُن کو فتح کی صورت میں مالی فوائد اور کثیر انعام کا لالچ دے کر شریک کیا جائے۔

مذکورہ حکمتِ عملی (اسٹریٹیجی) کو اختیار کرنے اور یہود کی دعوت پر بنو اسد تو بلا تامل تیار ہو گئے، جب کہ بنو غطفان سے یہود نے وعدہ کیا کہ اگر وہ اس اتحاد میں شامل ہو کر مدینے پر حملے میں تعاون کریں گے تو یقینی فتح کی صورت میں نہ صرف مدینے میں لوٹ مار سے حاصل ہونے والی غنیمت اُن کو ملے گی بلکہ اُس کے علاوہ بھی اُن کو خیبر کی کھجوروں کی آدھی فصل اس 'نیک کام' میں تعاون کے معاوضے میں پیش کی جائے گی۔ اُن کے رضامند ہو جانے کے نتیجے میں غطفان کے فَزارہ، مرّہ، اَشجع، سَعد اور اَسَد وغیرہ قبائل کی شرکت سے اسلام دشمن فوج میں کئی ہزار کی سپاہ کا یکدم اضافہ ہو گیا۔ بئر معونہ میں چالیس مسلمانوں کو دھوکے سے قتل کرنے والے قبیلے بنو سُلیم کے سات سو مردانِ جنگی بھی اِن سے آ ملے۔ بنو سلیم سے اس سے کہیں زیادہ تعداد کی توقع کی جا رہی تھی لیکن مسلمانوں کی مظلومانہ شہادت نے اُن کے سلیم الفطرت افراد کے دلوں میں اسلام کو نفوذ کرنے کا موقع مہیا کر دیا تھا جس کی بنا پر وہاں سے مزید نفری اس فوج میں شامل نہیں ہو سکی۔ اسی طرح بنو عامر کے لوگوں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ کیے گئے معاہدے کی پابندی کو اخلاص کے ساتھ نبھانے کا فیصلہ کیا اور یہود کو صاف جواب دے دیا۔

وَيَقُولُونَ لِلَّذِينَ كَفَرُوا هَٰؤُلَاءِ أَهْدَىٰ مِنَ الَّذِينَ آمَنُوا سَبِيلًا (سُوْرَةُ النِّسَآء، ۴: ۵۱) 'تم نے انھیں نہیں دیکھا جنھیں کتاب کا ایک حصہ دیا گیا ہے کہ وہ جبت اور طاغوت پر ایمان رکھتے ہیں اور کافروں کے متعلق کہتے ہیں کہ یہ لوگ مومنوں سے بڑھ کر ہدایت یافتہ ہیں۔''

یہود کی مانند قریش نے بھی احابیش اور کنانہ، اور تہامہ میں آباد دوسرے حلیف قبائل میں اپنے حامیوں، حلیفوں اور پڑوسیوں کو اسلام کے خلاف اِس جنگِ عظیم میں مدد کے لیے آواز دی، جس کا اُنھیں مثبت جواب ملا۔

۴. ریاستِ مدینہ کا دشمنوں پر نظر رکھنے کا نظام

مدینے میں اللہ کے رسول، محمدِ عربی ﷺ، فداہ ابی و امی، حجاز کے اندر جاہلیت کے علم برداروں کے درمیان اس ساری کھچڑی کے پکنے سے اور ہلچل مچنے سے بالکل بے خبر نہیں تھے۔ آپؐ کے ہمدرد اور متاثرین ہی نہیں آپؐ کے متعین خبر رساں بھی اس وقت تمام عرب قبائل میں موجود تھے، جو آپؐ کو دشمنوں کی نقل و حرکت ہی سے نہیں بلکہ کسی پیش قدمی سے قبل شر انگیزوں کے ارادوں اور منصوبوں کے بارے میں سے برابر مطلع کرتے رہتے تھے۔

یہ اللہ تعالیٰ کی سنّت ہے کہ مشرکانہ و ملحدانہ جاہلی تہذیب کے مقابلے میں ایک وحی الٰہی کی پیروی کرنے والے تمام رنگ و نسل کے انسانوں کی متحدہ جماعت کو ایک نوع کی فوقیت ہمیشہ حاصل رہتی ہے۔ جاہلی تہذیب و نظریات کے علم بردار صرف اپنی قوم کے تنخواہ دار اور دوسری قوموں کے غدّاری پر آمادہ مفاد کے بندوں کی تائید و حمایت پر انحصار کر پاتے ہیں۔ لیکن دعوت توحید خود اُن کے درمیان سے اپنے مخلص، بے لوث حامی نکال لاتی ہے۔

یہود، قریش اور لٹیرے بدّوؤں سے مقابلے کے لیے مدینے کی سیاسی قیادت بہت باخبر، ہشیار اور ہمہ وقت کسی بھی چیلنج سے نمٹنے کے لیے تیّار تھی۔ اس کے سیاسی، عسکری اور معاشی مدّو جزر کے تجزیہ کار اخلاصِ نیت، تقویٰ اور تزکیہ نفس کی بنا پر اللہ کی جانب سے عطا کردہ پیش بینی کی نہ صرف صلاحیت رکھتے تھے بلکہ حالات کو اور اُن کے پسِ پردہ محرکات کا تجزیہ کرنے اور ان سے نمٹنے کے طریقے تجویز کرنے میں بھی مہارت رکھتے تھے۔ اعلائے کلمۃ اللہ اور اُس کے دین کی اقامت کے لیے اللہ نے اُن کو یہ بے مثال صلاحیت عطا کردی تھی، دین کے علم برداروں کے لیے اللہ کی بخشش و عطا کی یہ سنّت ہے اور اُس کی سنّت تبدیل نہیں ہوتی۔

۵. کفّار کی متحدہ افواج کی مدینے کی جانب پیش قدمی

ہجرت کے پانچویں برس رمضان کی آخری اور شوال کی ابتدائی تاریخوں میں طے شدہ پروگرام کے مطابق حجاز کے مختلف علاقوں سے مختلف اوقات میں مدینے پر چڑھائی کے لیے افواج روانہ ہوئیں:

- شمال کی طرف سے بنی النَّضِیر اور بنو قَینُقاع کے وہ یہودی جو مدینے سے جلا وطن ہو کر خیبر اور وادی القُریٰ میں آباد ہوئے تھے مدینے کی اینٹ سے اینٹ بجانے کے ارادے اور فتح و کامیابی کے پورے یقین کے نشے کے ساتھ نکلے۔

- جنوب سے ابو سفیان کی قیادت میں مشرکینِ قریش، کنانہ، اور تہامہ میں آباد دوسرے حلیف قبائل نے اُسی رستے سے مدینے کی جانب پیش قدمی شروع کی جس پر گزر کر دو برس قبل قریش اُحد کی جنگ میں آئے تھے۔ قریش کے لشکر کی تعداد اپنے قریب ترین اتحادیوں کو ملا کر چار ہزار کے لگ بھگ تھی، تاہم جنوبی علاقوں میں آباد متعدد چھوٹے موٹے فوجی دستے بھی اِن کے ساتھ مہم میں شریک ہو کر اس تعداد کو بڑھاتے چلے گئے۔ یہ فوج مدینے کو جانے والی مغربی ساحلی شاہراہ پر بڑھ رہی تھی۔ اس لشکر جرار میں تین ہزار گھڑ سوار شامل تھے۔

- مشرق کی جانب سے غَطفان کے قبائل (بنو سُلیم، فَزارہ، مرّہ، اَشجع، سَعد اور اَسَد وغیرہ) نے پیش قدمی کی۔ فزارہ کا سپہ سالار عُیینہ بن حصن تھا۔ بنو مرہ کا حارث بن عوف اور بنو اشجع کا مسعر بن رخیلہ اِن کی مجموعی تعداد قریش سے زیادہ تھی اور اِن کے ہمراہ بھی کم و بیش تین ہزار گھڑ سواروں کا رسالہ تھا۔

مجموعی طور پر سارے عرب سے جمع شدہ مدینے پر حملہ آور فوج کی تعداد دس ہزار سے کہیں زیادہ متجاوز ہو گئی، یہ تعداد اُحد میں آنے والی مشرکینِ قریش کی تین ہزار فوج سے ساڑھے تین گنا زیادہ تھی اور مدینے کی عورتوں، بچوں، بوڑھوں سمیت کل آبادی سے بھی کہیں بڑھ کر تھی، اس کا سالار اعلیٰ وہی ابوسفیان تھا جو میدانِ اُحد سے بغیر کسی مقصد کو حاصل کیے چلا گیا تھا۔ اُسے معلوم نہ تھا کہ اِس مرتبہ بھی اُس کی قسمت میں بے نیل و مرام واپس بھاگنا لکھا ہے جیسا کہ دو برس قبل وہ اُحد سے، اور پچھلے برس بدر کی جانب آتے ہوئے آدھے رستے سے بھاگا تھا، اُس کے نصیب ہی ایسے تھے کہ بھاگنا اُس کی قسمت میں لکھا تھا اور ایک دن جاہلی تہذیب پر دو حرف بھیج کر اسلام کی جانب بھاگ آنا اُس کا مقدر تھا!

منصوبے کے مطابق تینوں مقامات سے فوجیں اس طرح نکلیں کہ اُنھیں ایک ہی وقت میں مدینے کی سرحدوں پر پہنچنا تھا۔ بنو نضیر کے حیی سے جو اس ساری فوج کشی کا منصوبہ ساز تھا ایک بڑی فاش غلطی ہوئی، اُس نے سارے عرب کی تو اس معرکے میں شرکت کے لیے خوشامد کی لیکن بنو قریظہ کے یہود سے اور مسلمانوں میں

موجود منافقین مدینہ سے کوئی ساز باز نہیں کی۔ اس کی بھی وجہ تھی کہ پچھلے برس جب مسلمانوں نے بنو نضیر کا محاصرہ کیا تھا تو یہی نہیں کہ بنو قریظہ اُن کی مدد کو نہ آئے بلکہ اُلٹا رسول اللہ، محمد ﷺ سے معاہدہ امن و سلامتی کر لیا تھا۔ اسی طرح عبداللہ بن ابی، رئیسُ المنافقین نے بھی باوجود وعدے کے کوئی کمک اور مدد نہیں پہنچائی تھی۔ اب حیُیّ اتنی بڑی فوج لے کر آرہا تھا کہ سارے مسلمانوں کے قتلِ عام اور مدینے پر مکمل قبضے کے علاوہ اُسے کچھ نظر ہی نہیں آرہا تھا وہ کیوں اِن بے وفا اور وعدہ خلاف دوستوں کا مرہونِ منت ہوتا۔ اور اپنی یقین کی حد تک متوقع لوٹ مار میں اِن کو شریک کرتا۔

۶. مدینے میں حملہ آوروں کی پیش قدمی کی اطلاع

منصوبے کے مطابق قریش جنگ کے لیے روانہ ہو گئے اور اس کے ساتھ ہی عباسؓ نے بنو خزاعہ کے تیز رفتار گھڑ سواروں کی خدمات حاصل کر کے حملہ آور فوج، اُس کے ارادوں اور منصوبوں اور وسائل کے بارے میں تمام تفصیلات نبی ﷺ کو بھجوا دیں۔ یہ مخبر چار روز میں مدینے پہنچ گئے جب کہ لشکرِ قریش اور شمالی اور مشرقی لشکروں کو پہنچنے میں ابھی کم و بیش ایک ہفتہ مزید درکار تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے سارے اہلِ مدینہ کو اس خطرے سے آگاہ کر دیا اور بتا دیا کہ فتح اُن کا مقدر ہے اگر وہ صبر و تحمل اور تقویٰ اختیار کریں اور آپؐ کے احکامات کی اطاعت کریں۔ اس مرتبہ مسلمانوں کا حوصلہ بلند تھا پچھلی جنگ اُحد میں عُجلت پسندی اور حکم کی نافرمانی نے آزمائش کے جو دن دکھائے تھے انھوں نے مسلمانوں کو بہت کچھ سکھا دیا تھا۔

رسول اللہ ﷺ نے عام مشاورت کی، جس میں جاں نثار صحابہ نے اپنے علم و تجربے اور اپنی دانست کے مطابق منصوبوں اور تدابیر کی مختلف تجاویز دیں۔ سب سے آخر میں سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہو کر کہا کہ اے اللہ کے فرستادے، فارس میں ہمیں جب بھی گھڑ سوار دستوں کے حملے کا خطرہ لاحق ہوتا تھا ہم لوگ اپنے گرد خندق کھود کر اپنے آپ کو محصور کر لیا کرتے تھے، آج ہمیں اِسی تدبیر کو اختیار کرنا چاہیے۔ تمام لوگوں نے اس تجویز کو سراہا اور رسول اللہ ﷺ سے اسے تسلیم کرنے کی سفارش کی اور یہ تجویز ہی مشاورت کا حاصل بنی۔

۷. خندق کی کھدائی کا منصوبہ

مسلمانوں کے پاس صرف چھ روز کا وقت تھا، ساتویں روز تو یقیناً فوجیں سروں پر ہوں گی، یہ بھی ممکن تھا کہ چھٹے روز ہی پہنچ جائیں، اس لیے بغیر کسی تاخیر کے پوری طاقت و قوت سے مدینے کے اطراف میں ایک

خندق کھودنا تھی جس کو انسان، اونٹ اور گھوڑے بغیر اُس میں اُترے پار نہ کر سکیں۔ بوجوہ اس مہم کے ہیرو سلمان فارسی رضی اللہ عنہ ہی تھے، تجویز اُن کی تھی، وہ اس جنگ کے فن کی حکمتوں سے واقف و آگاہ تھے، وہ جانتے تھے کہ ایرانی کتنی چوڑی اور کتنی گہری خندق کھودتے ہیں جو دشمن سے عبور نہیں کی جاسکتی ہے۔اِس کے علاوہ اُنھیں ایک اور امتیاز حاصل تھا وہ یہ کہ وہ اپنے زمانۂ غلامی میں بنو قریظہ کے درمیان ایک عرصہ رہے تھے اور اُن کے وسائل سے واقف تھے، انھیں معلوم تھا کہ کتنی کدالیں اور بیلچے بنو قریظہ کے پاس ہیں۔

بنو قریظہ کا سردار کعب بن اسد قرظی، بنو نضیر کے سردار حُیَیّ بن اَخطَبْ کی مانند اسلام دشمنی میں بالکل ہی اندھا نہیں تھا اور دل سے اسلام کی حقانیت کا قائل بھی تھا، یہی وجہ ہے کہ بنو قینقاع اور بنو نضیر مسلمانوں کے ہاتھوں مدینے سے نکالے گئے مگر یہ اور اس کا قبیلہ ابھی تک مسلمانوں کے ساتھ کسی بدعہدی کا مرتکب نہیں ہوا تھا۔ یہ قبیلہ بیرونی حملے کی شکل میں مدینے کے دفاع میں حصہ لینے کے لیے معاہدے کی رو سے پابند تھا، لہٰذا انھوں نے بلاتامل کھدائی کے آلات مہیا کر دیے اور ساتھ ہی مٹی اور پتھر ڈھونے کے لیے کھجور کے ریشوں سے بنی ہوئی مضبوط ٹوکریاں بھی بڑی تعداد میں بہم پہنچادیں۔

رسول اللہ ﷺ نے اپنے تجربہ کار اصحاب کے ساتھ مل کر اُن مقامات کا انتخاب کیا جہاں خندق کو کھودا جانا تھا، آپؐ نے گھوڑے پر سوار ہو کر خندق کی گزرگاہ کا تعین کیا۔ مدینے کے جنوب میں دور دور تک پھیلے ہوئے باغات ہیں، اور اُس وقت بھی تھے۔ مشرق میں حرّات یعنی لاوے کی مشکل گزار چٹانیں ہیں یہی صورت مغربی جنوبی گوشے کی بھی ہے، سرحد کے ایک حصے پر یہود کے قلعوں کی قطار تھی، یہ تینوں چیزیں کسی بھی آنے والی فوج کو بڑی شدید رکاوٹ مہیا کرتی تھیں۔ لاوے کی چٹانیں تو اپنے اوپر چلنے والوں کو زخمی کر دیتی ہیں۔ حملہ صرف اُحد کے شمالی اور مغربی گوشوں [یعنی مدینے کے شمال غربی رُخ] سے ہو سکتا تھا اور اسی جانب رسول اللہ ﷺ خندق کھدوا رہے تھے۔

گرد اُڑاتی تباہی مچاتی گھڑ سوار فوجوں کو بے دریغ گھسنے کے لیے مدینے کا شمال غربی رُخ پر واقع میدانی علاقہ ہی موزوں ترین تھا، جس میں خندق کھود کر اُسے ناقابلِ عبور بنادینا اِس وقت مسلمانوں کا اصل ٹارگٹ تھا۔ اس میدانی علاقے میں بھی ایک سلع نامی پہاڑ تھا جس کے بیرون خندق کھود کر اُسے اندر لیا جا سکتا تھا یا اُس کے پیچھے خندق کھود کر اُسے کفار کے حوالے کیا جاسکتا تھا، یہی صلاح ٹھہری کہ اُسے اپنی حدود میں رکھنے کے لیے اُس کے

بیرون یعنی اس کو اپنی پشت پر لے کر خندق کھودی جائے گی۔ اس طرح پہاڑ پر سے اُن کی نقل و حرکت کا جائزہ بخوبی لیا جا سکتا تھا۔

۸. کھدائی کے کام کا آغاز

پروگرام کے مطابق دوسرے روز علی الصبح فجر کے فوراً بعد ایک ہزار (سے کچھ کم) مسلمانوں کی جوش و جذبے سے معمور فوج نے کھدائی کا کام شروع کر دیا اور شام اُس وقت تک جاری رکھا جب تک کہ اندھیرے نے ماحول کو مزید کام کے قابل نہ رہنے دیا۔ دس، دس افراد کی سو (۱۰۰) سے کچھ کم ٹیمیں بنائی گئی تھیں، ابتدا میں ہر ٹیم کو چالیس ہاتھ (درع) خندق کھودنے کا کام سونپا گیا، اپنا کام جلد مکمل کرنے والے سبک رفتار افراد نے مزید کھدائی کی، یوں کل پانچ ہزار ہاتھ [۲] لمبی سلع پہاڑ کو اپنے اندر سموتی کمان کی مانند [نیم دائرے کی شکل میں] نو درع [۳] چوڑی اور ساڑھے پانچ درع [۴] گہری خندق کھودنی تھی جو شرقاً غرباً دونوں جانب لاوے کی چٹانوں سے اُجم الشیخین اور مزداد کے مقامات پر جاملتی تھیں۔ تمام لوگوں نے اپنی قمیصیں یا تن ڈھانپنے والی چادروں کو اُتار دیا تھا، تاکہ وہ کام میں حائل نہ ہوں۔ چھ دن تک روزانہ اسی معمول پر کام ہوتا رہا۔ اصحاب ایک دوسرے کو یاد دلاتے رہے کہ وقت کم ہے اور کام بہت ہے، جو بھی سستی دکھاتا وہ مذاق کا نشانہ بن جاتا، اس طرح جتنے بھی منافقین تھے اپنے نفاق کو چھپانے کے لیے کھدائی میں شامل رہے۔ یہ اُن کے اپنے مفاد میں بھی تھا کیوں کہ حملہ آوروں نے اُن سے نہ کوئی تعاون مانگا تھا اور نہ فتح کی صورت میں اُن کو حفاظت اور معافی کی کسی قسم کی رعایت کا وعدہ کیا تھا۔ مدینے پر اس پورے حملے کا حقیقی منصوبہ ساز تو بنو نضیر کا حُیَیّ بن اَخْطَبْ تھا جو عبداللہ بن اُبَیّ کی باتوں اور مدد کے جھوٹے وعدوں پر اعتماد کر کے مسلمانوں کے سامنے ڈٹ کر کھڑا ہو گیا تھا اور آخر کار جب محصور بنو نضیر کی مدد کو نہ بن ابی آیا اور نہ ہی بنو قریظہ آئے تو انھوں نے شکست تسلیم کر لی۔ اب اگر اس جنگ میں کفّار کو فتح ہوتی ہے تو بنو

---

۲ ایک ہاتھ (درع) کا اندازہ تقریباً ڈیڑھ فٹ ہے اس طرح پانچ ہزار ہاتھ، ساڑھے سات ہزار فٹ یا ایک میل، تین فرلانگ اور اسّی (سات سو چالیس) گز کے برابر ہوئے (1.4204 Miles)، میٹرک سسٹم میں 2.286 کلومیٹر یا کہیے سوا دو کلومیٹر سے کچھ زیادہ۔ خندق کی یہ وہ لمبائی ہے جو نبی اکرم ﷺ کی نگرانی میں کھودی گئی؛ ڈاکٹر حمید اللہؒ کی تحقیق ہے کہ مختلف محلوں کے باشندوں نے حفظ ماتقدم کے طور پر اپنے علاقوں کے آگے خندق بڑھا لی یوں اڑھائی میل کے قریب خندق کی کل لمبائی پہنچ گئی۔

۳ یعنی ساڑھے تیرہ فٹ چوڑی، میٹرک سسٹم میں 3.9624 میٹر (کم و بیش چار میٹر)

۴ یعنی سوا آٹھ فٹ گہری، میٹرک سسٹم میں 2.5146 میٹر (ڈھائی میٹر سے اوپر)

نضیر نہ منافقین کو بخشیں گے اور نہ ہی بنو قریظہ کو۔ پس منافقین بھی خندق کی کھدائی میں نمائشی تیزی دکھا رہے تھے، اور کھدائی میں بیشتر آلات تو بنو قریظہ ہی کے استعمال ہو رہے تھے لیکن آنے والے دنوں میں دورانِ جنگ ہم دیکھیں گے کہ آخر کار بنو قریظہ کی بے وفائی کے ارادوں کی خبر عام ہونے کی نوبت آئی تو منافقین گھر بھاگنے کی اجازت مانگنے لگے اور پہچانے گئے۔

سارے کے سارے ہی رسولِ امی ﷺ کے اصحاب رضی اللہ عنہم کسی بھی خوف سے بے نیاز، شہادت کے ذریعے جنتوں میں جانے کی آرزو کو دلوں میں بسائے، اپنے خالق و مالک کی رضا کے حصول کے لیے اس طرح کام میں جُتے ہوئے تھے کہ چشمِ فلک کو یہ منظر دوبارہ دِکھایا نہیں جاسکتا۔ رات کے آغاز پر، یعنی اندھیرا ہونے پر لوگ کھدائی ختم کر کے گھر پلٹ آتے۔ کام جاری رہا یہاں تک کہ سارے عرب سے مدینے پر چڑھائی کرنے والوں کے 'استقبال' کے لیے نہایت محفوظ اور دشمنوں کو تیروں اور پتھروں کے زور پر دور اور نامُراد رکھنے کے لیے خندق تیار ہو گئی۔ پوری خندق پر مناسب فاصلوں سے مناسب جگہوں پر چوکیاں بنا دی گئیں تاکہ کہیں سے بھی خندق عبور کرنے کی دشمن کی کوششوں کو ناکام بنایا جاسکے۔ جبل سلع اور خندق کے درمیان مرکزی کیمپ بنایا گیا جہاں سے رسول اللہ کو پوری جنگ کو مانیٹر کرنا تھا۔ اس جگہ آج کل مسجدِ فتح تعمیر ہے۔

کفار کے دل و دماغ میں بسے جنگی نقشے میں کسی خندق کا سامنا کرنا سرے سے نہیں تھا۔ اہل عرب اس طریقِ دفاع سے کاملاً ناواقف تھے۔ احزاب (دشمن کی افواج، مشرکین، غطفانی اور یہود) کے یہاں پہنچنے پر مجبوراً اُنھیں سخت سردی میں خندق سے اتنے مناسب فاصلے پر کہ جہاں تک مسلمانوں کے تیر نہ پہنچ سکیں بے مقصد پڑاؤ ڈالنا پڑا، وہ تو قتلِ عام، لوٹ مار اور مالِ غنیمت کے لیے آئے تھے، نہ کہ اِس تھکا دینے اور اُکتا دینے والے بے مقصد محاصرے کے لیے، یہ بات تو وہ ہر گز سوچ کر نہیں آئے تھے۔

9. رسول اللہ ﷺ، معمارِ حرم بن معمار حرم [۵]، جس طرح مسجدِ نبوی کی تعمیر میں عام مسلمانوں کے ساتھ تمام تعمیری کاموں میں حصہ لے رہے تھے اُسی طرح خندق کی کھدائی میں بھی سرگرمی سے برہنہ کمر کھدائی اور مٹی ڈھونے میں مصروف ہو گئے۔ بدر و اُحد میں شرکت سے صحابہ کو آپؐ کی معیت میں کام کرنے کا ایک ذوق حاصل ہو گیا تھا اور وہ جانتے تھے کہ منع کرنے پر آپؐ رکتے بھی نہیں ہیں اور آپؐ کی

---

۲ محمد ﷺ، معمارانِ حرم، ابراہیمؑ اور اسماعیلؑ کے بیٹے ہونے کے علاوہ، حجرِ اسود کو حرم میں نصب کرنے والے اور حرمِ مدینہ کی مسجد کے معمارِ اوّل ہیں۔

کاموں میں شمولیت بڑی بابرکت بھی ہوتی ہے لہٰذا کسی نے آپؐ سے نہیں کہا کہ آپؐ رہنے دیں ہم کھدائی کا سارا کام خود کر لیں گے۔ اللہ کا رسولؐ اپنے حواریوں کے درمیان اس طرح جسم و روح کے ساتھ گھل مل گیا تھا کہ اُس کو اپنے رب سے حاصل اعلیٰ ترین درجے کے، پاکیزہ جذبات کا اور مقصد سے محبت کا مقناطیسی میدان، از خود اُس کے اصحابؓ باصفا میں منتقل ہو رہا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ اُس مقناطیسی میدان سے فیض یاب ہونے والے، آنے والی نسلوں کے لیے ستاروں کی مانند راہ نما بن گئے۔ باوجود پچھلے دو برسوں میں جدا ہو جانے والے کم و بیش سوا سو جاں نثاروں بشمول سیّدنا حمزہ، مصعب اور ابو سلمہ رضی اللہ عنہم کے، نو سو (۹۰۰) ستاروں کی اِس کہکشاں[۳] میں ایک سے ایک تھے، ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما اور سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کے تو کیا کہنے مگر اِس جنگ میں جو اعزاز سلمان فارسیؓ کو ملا وہ کسی کو نصیب نہیں ہوا۔ سلمانؓ خندق کے ذریعے شہر کے دفاع کے نہ صرف تجویز کنندہ تھے بلکہ اس کی تعمیر کے چیف انجینئر بھی وہی تھے۔ اُنھوں نے ہی اس کی چوڑائی اور گہرائی کو متعین کیا اور دشمن کو اِسے پار نہ کر دینے کے اور اس کی مستقل نگرانی کے گُر بتائے۔ اُن کی ذات آج تعریف و تحسین کا مرکز تھی، وہ زبردست ڈیل ڈول کے آدمی تھے اور محنت مزدوری کے بہت عادی بھی، اصحابؓ کہتے تھے کہ یہ اکیلا ہی دس آدمیوں کے برابر کھدائی کرتا ہے۔ سلمانؓ کس گروپ کے آڑی ہیں انصار کے، مہاجرین کے یا غیر ملکی ہیں؟ انصار کہتے کہ یہ تو ہمارے ہیں کہ یہ تو اسلام کی مدینے میں آمد سے قبل ہی مدینے میں رہ رہے تھے۔ مہاجرین کہتے کہ یہ تو ہدایت کی تلاش میں اپنا وطن چھوڑ کر نکلے ہوئے تھے، یہ تو مہاجر ہوئے نا، اِن پر ہمارا حق ہے! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ ہم میں سے ایک ہیں یعنی اہلِ بیت ہیں! حقیقت یہ ہے کہ جنگ خندق کے تین ہیرو ہیں،

۳ غزوہ خندق کی کھدائی اور لڑائی دونوں میں چند کم یا زیادہ نو سو (۹۰۰±) اصحاب شریک تھے، اس سے زاید ممکن نہیں تھے کیوں کہ یہ اِس وقت مدینے میں بقیدِ حیات قابل جنگ تمام اصحاب کی کل تعداد ہے، اس میں ایمان کا اعلان کرنے والے تمام لوگ شامل ہیں، بشمول اُن ۳۰۰ لوگوں کے جو عبداللہ بن ابی کے ساتھ شعوری طور پر یا وقتی اغوائے شیطانی کے زیرِ اثر اُحد کی جنگ کے لیے جاتے ہوئے پلٹ گئے تھے۔ مگر آج یہ تمام لوگ کھدائی میں شریک ہیں؛ یادش بخیر کہ اُحد کے لیے مدینے سے روانہ ہونے والے ایک ہزار کے لشکر میں سے، سو سے زائد اب اِس دنیا میں نہیں ہیں؛ اِن کو شمار کر لیں کہ ستّر میدانِ جنگ میں شہید ہو جانے والے ہیں اور کچھ مدینے پہنچنے یا زخمی حالت میں لائے جانے والے (جیسے شماس اور ابو سلمہ رضی اللہ عنہما) اور بعدہٗ جان، جانِ آفریں کو سپرد کرنے والے ہیں اور اُن پچاس کے قریب عاشقانِ پاک طینت کو بھی شمار کریں جنھوں نے بئر معونہ اور رجیع میں اِن کے علاوہ چند وہ اصحاب بھی جنھوں نے سریہ جات میں اپنی جانیں نذر کیں۔

سلمان فارسیؓ، نعیم بن مسعودؓ اور سعد بن معاذؓ۔ مو خر الذکر دو اصحاب کے اس جنگ میں مثالی کردار کا ذکر آگے اپنے مواقع پر آئے گا۔

۱۰. خوراک کی کمیابی اور برکت کے واقعات

خندق کھودنے کا کام جہاں بڑی عجلت، سر گرمی اور محنت کا طلب گار تھا وہیں اتنی زیادہ جسمانی محنت و مشقت کرنے والوں کے لیے وافر خوراک بھی درکار تھی اور سردی کے موسم کی بنا پر کچھ زیادہ ہی درکار تھی، جو اُن دنوں ہر گز مُیسّر نہیں تھی۔ عجلت کی بنا پر علی الصبح سے ہی مسلمان اِس کام میں بغیر کچھ کھائے پیئے جُت جاتے، جب کہ عالم یہ تھا کہ سردی کے لحاظ سے انڈے پراٹھے، نہاری، چائے، کافی تو در کنار کچی پکی کھجوریں بھی مہیا نہیں تھیں؛ نہ کچھ اور تھا اور بڑی بات یہ تھی کھانے پینے کی فرصت بھی نہیں تھی۔ ابو طلحہ رضی اللہ عنہ خندق کی کھدائی کا احوال بتاتے ہیں کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بھوک کا شکوہ کیا اور اپنے شکم (پیٹ) کھول کر دکھائے، جن پر ایک ایک پتھر بندھا ہوا تھا، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا شکم کھول کر دکھایا، جس پر دو پتھر بندھے ہوئے تھے۔

اسی طرح سیّدنا انس رضی اللہ عنہ بھی خندق کی کھدائی کے دوران کھانے پینے کی بابت بتاتے ہیں کہ ہمارے سامنے دو مٹھی جو اور عجیب سی نامانوس و ناپسندیدہ بو (ہیک) والی چکنائی رکھی جاتی تھی لوگ بھوکے ہوتے تھے کیا کرتے، یہی کھاتے اگرچہ منہ کے لیے بدمزہ ہوتی تھی۔

خندق کی کھدائی کے دوران نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھوں اللہ تعالیٰ کی جانب سے مہمان نوازی کے ایمان افروز واقعات بھی دیکھنے میں آئے۔ نعمان بن بشیرؓ کی بہن کھدائی کے محاذ پر اپنے بھائی اور ماموں (عبداللہ بن رواحہؓ کی بھتیجی اپنے والد اور چچا) کے لیے تھوڑی سی کھجوریں لے کر جا رہی تھیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے وہ کھجوریں مانگ لیں اور ایک کپڑے کے اوپر پھیلا کے خندق کی کھدائی میں مصروف بھوک سے ستائے ہوئے اپنے دوستوں کو کھجوریں کھانے کی دعوت دی۔ اہلِ خندق آتے گئے اور کھجوریں کھاتے رہے اور اُن میں پیہم اضافہ ہوتا گیا یہاں تک کہ سارے اہل خندق کھا کھا کر چلے گئے۔ اور کھجوریں تو گویا اُبلی پڑ رہی تھیں کہ کپڑے کے کناروں سے باہر آ رہی تھی۔

اسی نوع کی اللہ تعالیٰ کی جانب سے برکتوں کے ظہور کا ایک اور واقعہ یہ ہے کہ کھدائی کے محاذ پر جابر رضی اللہ عنہ نے محسوس کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سخت بھُوک سے ہیں، آپؐ کی نقاہت دیکھ کر وہ دہل کر رہ گئے۔ چناں چہ شام کو وہ اپنے گھر گئے اور بیوی سے پوچھا کہ کیا وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے کچھ کھانا تیار کر سکتی ہیں؟ بیوی نے کہا کہ ایک بھیڑ

اور تھوڑے سے جو گھر میں موجود ہیں۔ دوسرے دن انھوں نے بھیڑ ذبح کی اور جو کے دانے پیسے۔ جب شام کو اندھیرا پھیل گیا تو وہ نبی اکرم ﷺ کے پاس پہنچے اور آپؐ سے رازدارانہ کہا کہ تھوڑا کھانا تیار ہے، آپؐ اپنے چند ساتھیوں کے ہمراہ اُن کے گھر کھانے پر آجائیں۔ جابر رضی اللہ عنہ بتاتے ہیں کہ نبی ﷺ نے میرے ہاتھ پر اپنا ہاتھ رکھا اور اپنی انگلیاں میری اُنگلیوں میں پھنسا لیں اور ایک صحابی سے کہا کہ وہ جابرؓ کے گھر پر عام دعوت کا اعلان کردیں، اُنھوں نے تو اعلانِ عام کر دیا:

"چلو رسول اللہ ﷺ کے ساتھ اور جابرؓ کی دعوت پر لبّیک کہو"

میرے منہ سے بے ساختہ (مصیبت پر کہا جانے والا کلمہ) نکلا "انا للہ و انا الیہ راجعون"۔ آپ ﷺ نے جابر رضی اللہ عنہ کو ہدایت کی کہ ہانڈی کو چولہے پر رہنے دو اور روٹیاں ابھی نہ پکائیں۔ جابرؓ جلد ہی اپنی بیوی کے پاس پہنچے اور دعوتِ عام سے مطلع کیا، بیوی نے پوچھا کیا سب کو، تم نے بلایا ہے یا رسول اللہ ﷺ نے؟ جابرؓ نے کہا کہ میں نے نہیں، اُنھوںؐ نے بلایا ہے۔ بیوی نے کہا کہ سب کو آنے دو، وہی بہتر جانتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے جابر رضی اللہ عنہ کے گھر پہنچنے پر برکت کی دعا فرمائی اور ہدایت کی کہ ایک اور خاتون کو روٹیاں پکانے کے لیے بلوا لو۔

ہانڈی سے کھانا نکال کر تازہ تازہ روٹیوں کے ساتھ پیش کیا گیا۔ آپؐ نے بسم اللہ کہہ کر شروع کیا آپؐ کے ساتھ دس افراد بیٹھے تھے، جب سب پیٹ بھر کر کھا چکے تو دس مزید اصحاب آکر بیٹھ گئے اور یہ سلسلہ جاری رہا، تازہ تازہ روٹیاں پکتی رہیں اور ہانڈی میں سے مستقل سالن نکالا جاتا رہا، دعوت طعام جاری رہی یہاں تک کہ سب لوگ کھا چکے، کم و بیش ہزار لوگوں نے کھانا کھایا اور ہانڈی بھری کی بھری جوش مارتی رہی۔ اور گوندھا ہوا آٹا جتنا تھا اُتنا ہی برقرار رہا اور اُس سے روٹیاں پکائی جاتی رہیں۔

۱۱. کھدائی کا کام اور جوش و جذبہ بڑھانے والے اشعار

بروایتِ بخاریؒ، سہل بن سعد رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ ہم لوگ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ خندق کھودنے میں مصروف عمل تھے اور کندھوں پر مٹی ڈھو رہے تھے اور رسول اللہ ﷺ [اپنی زبانِ مبارک سے] کہتے جا رہے تھے:

اللھم لا عیش إلا عیش الآخرۃ　　　　فاغفر لأنصار و المھاجرہ

اے اللہ ! عیش (یعنی جینے کا مزہ) تو بس آخرت کا عیش ہے، پس [اے پروردگار اِن کھدائی میں مصروف تیری راہ میں] اپنا گھر بار چھوڑنے والوں اور [اِن کی مہمان نوازی اور] نصرت کرنے والے [اوس اور خزرج

کے باایمان لوگوں] کو بخش دے۔

اسی نوع کا ایک مضمون سیّدنا انس رضی اللہ عنہ سے مروی ایک دوسری روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خندق کی طرف صبح دم تشریف لائے تو دیکھا کہ مہاجرین وانصار سردی سے بے نیاز خندق کھودنے کا کام کر رہے ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھوک کے پیٹ اُن کی مشقت پر شفقت فرمائی اور فرمایا :

اللھم إن العیش عیش الآخرۃ فاغفر للأنصار والمھاجرۃ

"اے اللہ ! یقیناً عیش تو آخرت کی زندگی ہے۔ پس انصار ومہاجرین کو بخش دے۔"

انصار ومہاجرین نے اپنے نبیؐ کو قدر دانی اور ہمت افزائی کرتے سنا تو انھوں نے بھی نبیؐ کے ساتھ اپنے عہد وفا کو یوں دہرایا:

نحن الذین بایعوا محمدًا علی الجھاد ما بقینا أبدًا

"ہم وہ لوگ ہیں کہ جنھوں نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے ہمیشہ کے لیے عہد (بیعت) کیا ہے کہ ہم جہاد پر قایم رہیں گے جب تک کہ باقی ہیں۔" درحقیقت، زمین کے نمک اور پہاڑی کے چراغ کی مانند یہ وہ ہستیاں تھیں جن کو اللہ نے اپنے آخری نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ہم راہ انسانوں کو اقامتِ دین کے لیے مامور کیا تھا، یہ لوگ اس طرح نبیؐ کی نصرت نہ کرتے تو یہ دین ہم تک نہ پہنچتا۔

سیّدنا براء بن عازبؓ نے بتایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپؐ خندق سے نکلی مٹی کو ڈھو رہے تھے۔ یہاں تک کہ غبار نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے شکم کو ڈھانک لیا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بال بہت زیادہ تھے۔ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس حالت میں عبد اللہ بن رواحہ کے رجزیہ کلمات دہراتے ہوئے سنا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مٹی ڈھوتے جاتے تھے اور جوش و جذبے سے یہ پڑھ رہے تھے:

اللھم لولا أنت ما اھتدینا ولا تصدقنا ولا صلینا

فأنزلن سکینۃ علینا وثبت الأقدام إن لاقینا

إن الألی رغبوا علینا وإن أرادوا فتنۃ أبینا

"اے اللہ ! اگر تو نہ (ہمارا ہادی) ہوتا تو ہم نہ ہدایت پاتے، نہ صدقہ دیتے، نہ نماز پڑھتے، پس ہم پر سکینت نازل فرما۔ اور اگر ٹکراؤ ہو جائے تو ہمیں ثابت قدم رکھ۔ انہوں نے ہمارے خلاف لوگوں کو بھڑکایا ہے۔ اگر

انہوں نے کوئی فتنہ چاہاتو ہم ہرگز سر نہیں جھکائیں گے۔" براء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم آخری الفاظ کھینچ کر ادا کرتے تھے۔

۱۲. معجزات

براء رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ خندق (کی کھدائی) کے موقع پر بعض صحابہ کے حصے میں ایک سخت چٹان آپڑی۔ جس سے کدال اچٹ جاتی تھی، کچھ ٹوٹتا ہی نہ تھا۔ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا شکوہ کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے۔ کدال لی۔ اور بسم اللہ کہہ کر ایک ضرب لگائی۔ (تو ایک ٹکڑا ٹوٹ گیا) اور فرمایا: اللہُ اکبر! مجھے ملک شام کی کنجیاں دی گئی ہیں۔ واللہ! میں اس وقت وہاں کے سُرخ محلوں کو دیکھ رہا ہوں۔ پھر دوسری ضرب لگائی تو ایک دوسرا ٹکڑا کٹ گیا، اور فرمایا: اللہُ اکبر! مجھے فارس دیا گیا ہے۔ واللہ! میں اس وقت مدائن کا سفید محل دیکھ رہا ہوں۔ پھر تیسری ضرب لگائی اور فرمایا: بسم اللہ۔ تو باقی ماندہ چٹان بھی کٹ گئی۔ پھر فرمایا: اللہ اکبر! مجھے یمن کی کُنجیاں دی گئی ہیں۔ واللہ! میں اس وقت اپنی اس جگہ سے صَنعاء کے پھاٹک دیکھ رہا ہوں۔

انھیں ایام میں ان دونوں واقعات سے کہیں بڑھ کر ایک اور واقعہ پیش آیا۔ جسے امام بخاریؒ نے جابرؓ سے روایت کیا ہے۔ جابرؓ کا بیان ہے کہ ہم لوگ خندق کھود رہے تھے کہ ایک سخت پتھریلا ٹکڑا آڑے آگیا۔ لوگ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور عرض کیا کہ یہ چٹان نما ٹکڑا خندق میں حائل ہو گیا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں اتر رہا ہوں۔ اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم اٹھے آپؐ کے شکم پر پتھر بندھا ہوا تھا۔ ہم نے تین روز سے کچھ چکھا نہ تھا۔ پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کدال لے کر مارا تو وہ چٹان نما ٹکڑا ابھر بھرے تودے میں تبدیل ہو گیا۔

۱۳. جنگ کے لیے مسلمانوں کے کیمپ کا ترتیب پانا

کھدائی کے کام میں چھ روز لگے، ٹارگٹ بھی یہی تھا اور بڑا مشکل ٹارگٹ تھا۔ اللہ کی توفیق و تائید سے بظاہر ناممکن، ممکن ہو گیا، اِدھر اُدھر نوک پلک درست کرنے کا کام جاری تھا کہ مخبروں نے سارے حجاز سے روانہ ہونے والی فوجوں کے پہلے دستے کی جنوب مغرب میں پہنچ جانے کی اطلاعات دیں۔ یہ دستہ قریش اور اُن کے حلیفوں پر مشتمل تھا۔ غطفان اور یہود کے دستے ابھی راستے میں تھے اور پہنچا ہی چاہتے تھے۔ اب وقت آگیا تھا کہ مسلمان پوری جنگی تیّاریوں کے ساتھ مقابلے پر آجائیں، چناں چہ ابن ام مکتومؓ کو مدینے کا انتظام سونپا گیا اور مضافاتِ مدینہ کے تمام مکانات کو، جو حصارِ خندق سے باہر تھے خالی کرا کے اُن کے مکینوں کے لیے خندق

کے حصار میں آجانے والی تعمیرات میں رہائش کا انتظام کر دیا گیا۔ عورتوں اور بچوں کو قلعوں کی بالائی منزلوں میں ٹھہرایا گیا۔ کوہِ سلع اور خندق کے درمیانی میدان میں مرکزی کیمپ تھا جہاں اللہ کے رسولؐ کا سرخ رنگ کے چمڑے کا خیمہ پہاڑ کے دامن میں نصب کیا گیا تھا تاکہ دور سے ہی نظروں میں آجائے اور جس کسی کو بھی ضرورت ہو وہ آپؐ کے پاس آسکے۔ اس کے علاوہ مناسب فاصلوں پر نگراں چوکیاں قایم کی گئی تھیں کہ دشمن کہیں سے بھی خندق پار کرنے کی کوشش نہ کر سکے۔ ہونے والی جنگ کے لیے مسلمانوں کا کوڈ لفظ "حٰمٓ لا ینصرون" (حٰمٓ ان کی مدد نہ کی جائے) مقرر کیا گیا۔ رسول اللہ ﷺ نے اپنے نو سو جاں نثاروں کو ترتیب سے مختلف محاذوں پر اس طرح لگا دیا کہ یہ ایک ہزار سے بھی کم ہونے کے باوجود دس ہزار کی فوج سے مقابلے کے لیے کافی بن گئے۔ ایک محاذ پر البتہ تعداد کی کمی کی بنیاد پر مطلوبہ تعداد میں سپاہیوں کو متعین نہیں کیا جا سکا، وہ خواتین کی حفاظت کا محاذ تھا، وہاں سوائے حسّان بن ثابتؓ کے کوئی اور نہ تھا اور وہ بھی اس لیے کہ میدانِ جنگ اُن کے مزاج سے مطابقت نہیں رکھتا تھا۔ نبی اکرم ﷺ کی خدمت کے لیے گاہے گاہے ازواجِ مطہرات آپؐ کے پاس آتی جاتی رہتی تھیں، جن کے ذریعے یقیناً خواتین کے کیمپ کے حالات اور ضروریات و مسائل سے آپؐ کو براہِ راست آگاہی حاصل ہو جاتی ہو گی۔

۱۴۔ دشمن کی آمد، پڑاؤ اور پیش قدمی

قریش کے چار ہزاری لشکر نے پہنچتے ہی خندق سے کافی فاصلے پر رومہ، جرف اور زغابہ کے درمیان مجمع الاسیال میں اپنے خیمے لگا لیے۔ کم نصیبوں کو معلوم نہ تھا کہ یہی خیمے اُن کی آخری منزل ہیں، مدینے کا منہ دیکھنا اِن کو نصیب ہی نہ ہو گا کیوں کہ تھوڑے ہی فاصلے پر ایک خندق اُنھیں مدینے میں داخل ہونے سے باز رکھنے کے لیے بل کھاتے سانپ کی مانند سامنے موجود تھی۔ تھوڑے ہی وقفے سے غطفان اور نجد کا چھ ہزاری لشکر بھی آ گیا اُس نے اُحد کے مشرقی کنارے ذنب نقمی کے میدان میں خیمے لگائے۔ اگرچہ ابوسفیان تینوں [غطفانی، نجدی اور قریشی] فوجوں کا سردار تھا لیکن باہمی اعتماد اور عزت افزائی کے لیے یہ منصب تینوں گروہوں کو دیا جاتا تھا۔ اُحد کی مانند گھڑسوار دستوں کی کمان خالد اور عکرمہ ہی کے پاس تھی۔

دوسرے روز صبح دم جب مشرکینِ قریش اپنے اتحادیوں مشرکینِ اہلِ کتاب اور اہلِ نجد کے ہم راہ مدینے کی اینٹ سے اینٹ بجانے کی نیت سے مدینے کی طرف بڑھے اور اُنھیں دور ہی سے مسلمانوں کا کیمپ نظر آ گیا تو خوشی کی ایک لہر اُن میں دوڑ گئی، اُن کا گمان تھا کہ وہ دشمن کو مختلف قلعوں میں اور گلیوں میں مکانوں کے

اندر اور باہر چھپا ہوا پائیں گے اور جابجا بے خبری میں وہ گلی کوچوں میں جن سے وہ واقف نہیں ہیں مارے جائیں گے ،ارے! یہ تو آمنے سامنے مقابلے کے لیے آگئے! اپنی تعداد پر ناز کی بنا مشرکین نے گمان کیا کہ ہمارا دس ہزار کا لشکر چند سو مسلمانوں کو تو آن کی آن میں مسل کر رکھ دے گا۔ تھوڑا ہی آگے بڑھنے پر اُن کی ساری خوشی کافور ہو گئی۔ اُنھوں نے ایک چوڑی سی گہری خندق کو اپنے اور مدینے کے درمیان حائل پایا۔ وہ جان گئے کہ خندق عبور کرنے کی تدبیر کرنے یا کسی طور مدینے میں کسی اور جانب سے داخل ہونے کے لیے طویل عرصے یہیں پڑے رہنا ہو گا۔ اتنے عرصے کے لیے لشکر اور اونٹ گھوڑوں کے لیے خوراک کہاں سے آئے گی؟ خندق کے ذریعے کثیر التعداد دشمن سے اپنے شہر اور علاقے کا دفاع ایک ایسی تدبیر تھی جس سے عرب ہر گز واقف نہیں تھے۔ لہٰذا انہوں نے اس نقطہ نظر سے کوئی منصوبہ بندی ہی نہیں کی تھی کہ اگر خندق سے سامنا پیش آیا تو کیا تدابیر اختیار کریں گے؟ جوں ہی وہ خندق سے مزید قریب ہوئے تو خندق کے اُس پار مسلمان تیر اندازوں کی جانب سے تیروں کی بوچھاڑ نے اُنھیں پیچھے ہٹنے پر مجبور کر دیا۔ خندق پار کرنا دور کی بات تھی اُس کے کنارے پہنچنا بھی اپنے آپ کو اور گھوڑوں کو زخمی کروانا تھا۔ وہ فوراً ہی تیروں کی مار (range) سے دور ہٹ کر ایک محفوظ فاصلے پر بیٹھ کر اپنی قسمت کو کوسنے لگے۔

کفار کے کیمپ میں جنگ کے پہلے دن کا باقی ماندہ وقت اسی سوچ بچار اور صلاح ومشورے میں گزرا کہ کس طرح اس غیر معمولی صورتِ حال کا مقابلہ کیا جائے۔ ایک ہی بات سمجھ میں آتی تھی کہ کسی طور لشکر کا ایک دستہ دشمن کی ساری فوج کو خندق کے کسی ایک محاذ پر انتہائی مصروف کر لے تو دوسرا دستہ خندق کے باقی کسی خالی حصے پر سے خندق کو پاٹ کر عبور کر لے۔

۱۵. افواجِ کفّار پر طویل محاصرے کے منفی اثرات

جنگ کا پہلا دن حملہ آوروں کے لیے صرف خندق کی مصیبت لے کر نہیں آیا تھا اور بھی بہت ساری مصیبتوں سے نبٹنے کے لیے اُنھیں سوچ بچار کرنی تھی۔ حملہ آور فوج [احزاب] کے ہاتھوں کے طوطے اُڑ گئے جب انھوں نے دیکھا کہ مدینے کے اطراف میں جس طرح دو برس قبل ہر طرف ہرے بھرے کھیت ہی کھیت اُن کے گھوڑوں، اونٹوں اور دیگر مویشیوں کے لیے چارہ مہیا کر رہے تھے اس مرتبہ اُن کے استقبال کے لیے مسلمانوں نے اپنی فصلیں کاٹ لی ہیں، اب اُن کے لشکرِ جرار کے ہزار ہا ہزار اونٹوں اور گھوڑوں کے لیے یا تو وادی عتیق کے کانٹے دار ببول تھے یا وہ تھوڑا بہت چارہ جو وہ ساتھ لائے تھے۔ اُن کے منصوبے میں اس مرحلے

پر سارا اعتماد تو نخلستانِ مدینہ کو اُجاڑتے وقت اُس کی فصلوں کو اپنے جانوروں کو کھلانے پر تھا۔ اونٹوں کی خوراک کا مسئلہ تو کچھ ببول اور کچھ 'تمرس' نامی جھاڑیوں سے کسی حد تک حل ہو گیا جو مناسب تعداد میں اُحد کی وادی میں اُگتی ہیں۔ لیکن گھوڑوں کے لیے ساتھ لائے چارے کے علاوہ کچھ نہ تھا جسے وہ تھوڑا تھوڑا بس اتنا کھلاتے رہے کہ بچارے فاقوں سے نہ مر جائیں۔ احزاب کو یہ احساس ہو گیا کہ جتنی دیر ہو گی اُن کی تباہی اُتنی ہی یقینی ہے۔ حرم کعبہ پر چڑھ آنے والے ابرہہ کا انجام اُنھیں یاد تھا آج یہ دانستہ ایک سچے نبیؐ کے حرم پر چڑھ دوڑے تھے، کسی کو یقین ہو یا نہ ہو اس ساری جنگ کے داعی اور منصوبہ ساز حُیَیّ بن اَخْطَبْ کو محمد بن عبداللہ ﷺ کے، اللہ کے سچے نبیؐ ہونے کا کامل ادراک تھا اور رہے قریش تو اللہ کا نبی کامل تیرہ برس اُن کے درمیان رہ کر حجت تمام کر کے آیا تھا۔

آنے والے دنوں میں قارئین دیکھیں گے کہ احزاب کو خندق کے پار بیٹھے دو ہفتے گزر گئے، جوں جوں وقت گزرتا رہا کفار کے بے چارے گھوڑے جو پہلے ہی بھوک سے کم زور ہو رہے تھے مسلمانوں کے تیروں سے زخمی ہو کر جنگ کے لیے ناکارہ ہوتے گئے۔ غطفان اور نجد کے بدّوؤں کو اسلام سے کوئی زیادہ دشمنی نہیں تھی وہ تو محض لوٹ مار اور غنیمت کے چکر میں آئے تھے۔ وہ بھی قریش اور یہود پر برہم ہونے لگے کہ کہاں لا کر مارا ہے، وہ اس چکر میں آ گئے کہ کسی طور مسلمانوں سے کچھ لے کر احزاب سے غدّاری کریں اور یہاں سے بھاگ جائیں۔ اتنے طویل عرصے کے لیے خود دس ہزار کے لشکر کے لیے مناسب خوراک کا انتظام نہیں تھا سوائے اس کے کہ اونٹ ذبح کر کے بھونتے اور کھاتے رہیں یا کسی طور چھپتے چھپاتے بنو قریظہ سے کچھ خوراک مانگ لیں۔ ایک مرتبہ خوراک سے لدے بیس اونٹ جو بنو قریظہ نے بھیجے تھے پکڑے بھی گئے۔

۱۶. خندق پار کرنے کی کوششیں اور اُن کا مقابلہ

دوسرا دن طلوع ہوا تو مشرکین خندق کے پاس ممکنہ حد تک قریب پہنچ کر غیظ و غضب سے چکر کاٹنے لگے۔ وہ کسی ایسی جگہ کی تلاش میں تھے جہاں مسلمان پہرے دار نہ ہوں اور وہ تیزی سے اتر سکیں۔ مسلمان اِن کی چلت پھرت پر پوری پوری نظر رکھے ہوئے تھے اور جب بھی وہ ان کے تیروں کی زَد میں آ جاتے مسلمان اُن پر تیر برسانا شروع کر دیتے تاکہ انھیں خندق کے قریب آنے کی سزا مل جائے اور دوسروں کو آئندہ جرأت نہ ہو اور وہ اس میں نہ کود سکیں اور نہ ہی مٹی ڈال کر عبور کرنے کے لیے راستا بنا سکیں۔ خالد بن ولید اور عکرمہ بن ابی

جہل خاصے محفوظ فاصلے سے یہ جائزہ لے رہے تھے، اتنی عمدگی سے خندق کی بناوٹ اور پھر اس کی حفاظت کا اہتمام دیکھ کر خالد کے منہ سے بے اختیار نکلا کہ یہ چال عربوں نے کبھی نہیں چلی، یقیناً اِن کے پاس کوئی ایسا آدمی ہے جو ایران سے ہے۔ قریش کے اِن دونوں شہسواروں کو گوارانہ تھا کہ خندق کے پاس بے سود محاصرے کے نتائج کے انتظار میں پڑے رہیں۔ یہ بات اُن کی روایات اور شان کے خلاف تھی وہ مستقل اس تاک میں رہے کہ مسلمان غلطی سے کسی محاذ کو چھوڑ دیں، جس طرح اُحد میں ہوا تھا اور وہ خندق پار کر کے مثال قایم کریں اور اپنے پیچھے رہ جانے والی فوج کو ایک راہ دکھائیں۔ عکرمہ بن ابی جہل نے خندق کا ایک حصہ ایسا دیکھا جو چوڑائی میں کم تھا اور وہاں نگرانی میں بھی سستی تھی، پھر کیا تھا سمجھا کہ اُحد کی مانند درّہ پار کرنے کا موقع آ گیا ہے، گھوڑے کو ایڑھ لگائی اور ایک ہی جمپ میں وہ خندق کے پار مسلمانوں کے حصے میں تھا، پھر کیا تھا نامی گرامی پہلوان عمَرو بن عبدِوُدّ، ضرار بن خطاب اور بنی مخزوم کے نوفل نے بھی اپنے گھوڑوں کو دوڑایا اور خندق پار کر لی۔ یہ لوگ گھوڑوں پر سوار خندق اور کوہِ سلع کے درمیان میں دعوتِ مبارزت دیتے ہوئے چکر کاٹنے لگے۔

۱۷۔ خندق پر تلوار سے پہلا اور آخری مقابلہ

مسلمانوں کے کیمپ سے علیؓ چند مسلمانوں کو لے کر اِن کے مقابلے پر نکلے۔ پہلا کام تو یہ کیا کہ جس جگہ سے انہوں نے راہ بنائی تھی اُس پر نگرانی سخت کر دی تا کہ کود کر آنے والوں کی واپسی کا راستہ بند ہو اور مزید کوئی دوبارہ ایسی کوتاہی نہ ہو جس سے کفار کا دل بڑھ جائے۔ عمَرو بن عبدِوُدّ نے مُبارزَت کے لیے للکارا تو علیؓ نے شوقِ شہادت میں اپنے آپ کو پیش کیا تو عمرو نے انکار کرتے ہوئے کہا کہ تمھیں قتل کرنا میرے لیے قابلِ نفرت ہے، تمھارا باپ میرا دوست اور ساتھی تھا، واپس جاؤ تم ابھی بچے ہو! علیؓ نے اصرار کیا اور کہا کہ مجھے تو تمھیں [اپنے باپ کے مشرک دوست کو] قتل کرنا بڑا پسندیدہ ہے۔ وہ غصّے میں آ کر گھوڑے سے کود پڑا۔ اور اس کی کوچیں کاٹ کر، چہرے سے عیاں شدید عالمِ طیش میں علیؓ کے مقابل آ گیا۔ دونوں ایک دوسرے کی طرف بڑھے اور ایک دوسرے سے گتھ گئے۔ کھودی ہوئی نرم مٹی جو وہاں پڑی تھی اُس سے وہ گرد و غبار کا طوفان اُٹھا کہ دونوں اُس میں چھپ گئے، علیؓ کے نعرہ تکبیر سے معلوم ہوا کہ عبدِوُدّ بالآخر علیؓ کے مبارک ہاتھوں قتل ہو چکا ہے۔ باقی مشرکین خندق پار کرنے کے لیے بھاگے۔ وہ اس قدر مرعوب تھے کہ عکرمہ بن ابی جہل نے فرار ہوتے ہوئے اپنا نیزہ بھی چھوڑ دیا۔ نوفل البتہ خندق میں گر گیا، مسلمانوں نے اُس پر سنگ باری کی تو پکارا کہ یارو، اِس سے تو میرا قتل بہتر ہے، اس پر کچھ اصحابؓ خندق میں اُترے اور اُس کا سر اُتار دیا۔

اگرچہ احزاب کی جانب سے خندق کو پار کرنے کی کوشش بالکل ناکام ہو گئی، چار میں سے دو مارے گئے لیکن یہ بات کفّار کو معلوم ہو گئی کہ خندق کو پار کرنا ایسا ناممکن بھی ہر گز نہیں ہے جیسا کہ وہ گمان کر رہے تھے، چناں چہ حملہ آوار افواج نے آنے والے مختلف دنوں میں ایک ساتھ متعدد مقامات سے کئی بار خندق پار کرنے یا کسی طور پاٹ کر راستا بنانے کی انتہائی کوشش کی، لیکن مسلمانوں نے بڑی عمدگی سے انھیں باز رکھا اور اُن کی تیر اندازی کے مقابلے میں ایسی شان دار تیر اندازی کی کہ ہر بار اُن کے چھکّے چھوٹ گئے، نبی ملاحمؐ اپنے اصحابؓ کو مستقل یہ خوش خبری سُناتے رہے کہ اگر وہ استقلال سے جمے رہیں تو فتح اُن کی یقینی ہے۔ اصحابؓ اگرچہ انتہائی تھکے ہوئے تھے، پہلے چھ دن بھوک اور پیاس کی حالت میں مستقل کھدائی اور اب اِن حملہ آوروں کی لمحہ، لمحہ نگرانی اور تیر اندازی۔

١٨. حُیئ کی حسبِ وعدہ بنو قریظہ کو اپنے ساتھ ملانے کی کوششیں

مستقل بے سود خندق کے پار پڑے رہنے پر بے زار ہو کر ایک تجویز یہ سامنے آئی کہ کسی طرح جنوب اور مشرق میں آباد بنو قریظہ کو ساتھ ملا لیا جائے اور وہ اندر سے مسلمانوں پر حملہ کر دیں اور ہمیں بھی اپنی جانب سے مدینے میں گھسنے کی راہ دے دیں تو مسلمان اپنے بیوی بچوں کے چکر میں اُدھر متوجہ ہو جائیں گے اور خندق کی حفاظت کا محاذ کمزور ہو جائے تو ہم خندق کو عبور کر لیں گے۔ اس تجویز پر سب بہت خوش ہوئے لیکن مسئلہ یہ تھا کہ بنو قریظہ نے آج تک مسلمانوں سے اپنے مشترکہ معاشرتی اور دفاعی معاہدے کی ذرّہ برابر بھی خلاف ورزی نہیں کی تھی، اُن کا سردار کعب بن اسد رسول اللہ کے لیے نرم گوشہ بھی رکھتا تھا، گزشتہ برس عین اُس وقت جب مسلمانوں نے بنو نضیر کا محاصرہ کیا ہوا تھا، بنو قریظہ نے نہ صرف یہ کہ اپنے یہودی بھائیوں کی مدد نہیں کی بلکہ اُلٹا مسلمانوں سے معاہدہ امن کر لیا۔

مکے میں قریش کو حملے کے لیے راضی کرتے وقت حُیئ نے ابو سفیان سے کہا تھا کہ اُس کے یہودی بھائی بند ضرور ہماری مدد کریں گے۔ قریش نے حُیئ کو وعدہ خلافی کے طعنے دینے شروع کیے تو اُس نے یہ کہا کہ فکر نہ کرو، وہ کسی نہ کسی طور بنو قریظہ کو نقضِ عہد پر آمادہ کر لے گا۔ اُس نے ابو سفیان کو خوب تسلیاں دیں اور کہا کہ وہ قریش کو یہاں بلا لایا ہے تو وہ اُن کو بے آسرا نہیں چھوڑے گا اور ضرور اپنے یہودی بھائیوں کی مدد مہیا کرنے کا سامان کر دے گا اور بس جلد ہی شہر پر دونوں جانب سے حملہ ہو جائے گا۔

چناں چہ حُیَیّ بن اَخْطَبْ دل کڑا کر کے اپنے وقار کے خلاف اپنے ایسے یہودی بھائیوں کے پاس آیا جو اُس کی اور اُس کے فرقے کی شہر بدری کے وقت نہ صرف یہ کہ مدد کو نہیں آئے تھے بلکہ دشمنوں سے معاہدہ امن و تعاون کر رہے تھے اور بعید از قیاس نہیں کہ خوشیاں منا رہے ہوں۔ اللہ کی کتابوں کی امین امتوں خواہ وہ نصاریٰ و یہود ہوں یا قرآن مجید کے حاملین، فرقہ بندی اور ایک دوسرے فرقے کی پیٹھ میں چھرا گھونپنے کا معاملہ تاریخ کے اوراق میں بکھرا ہوا ہے۔ حُیَیّ چھپتا چھپاتا کسی طرح بنو قریظہ کے سردار کعب بن اسد قرظی کے گھر کے دروازے پر پہنچ گیا۔ کعب نے رسول اللہ ﷺ سے معاہدہ کیا ہوا تھا کہ مدینے پر بیرونی حملہ آوروں کی مسلط کردہ جنگ کے کسی بھی موقع پر وہ آپؐ کی مدد کرے گا۔ حُیَیّ نے جب اس کے دروازے پر دستک دی تو اس نے دروازہ نہیں کھولا۔ مگر حُیَیّ اس کو شیشے میں اُتارنے کی کوشش کرتا رہا مگر کعب کسی طور اُس کی سننے پر آمادہ نہ ہوا تو اُس نے کہا کہ میں سمجھ گیا ہوں کہ اگر دروازہ کھول کر مجھے اندر بلا لیا تو تجھے مجھے کھانا بھی کھلانا پڑے گا، میں سمجھ گیا تو کھانا بچانا چاہتا ہے! یہ سن کر کعب کو طیش آگیا اور اُس نے دروازہ کھول دیا، ادھر اُدھر کی باتوں کے بعد جب گفتگو کا ماحول بنا تو حُیَیّ نے کہا کعب! عقل کے ناخن لو، میں تمھارے پاس زمانے کی عزت اور چڑھا ہوا سمندر لے کر آیا ہوں۔ میں نے قریش کو اور اس کے سرداروں کو لا کر رومہ کے مجمع الاسیال میں اتار دیا ہے۔ اور بنو غطفان کو بمع اُن کے قائدین احد کے پاس ذنب نقمی میں خیمہ زن کر دیا ہے۔ اُن لوگوں نے مجھ سے وعدہ کیا ہے کہ وہ محمد (ﷺ) اور اُس کے ساتھیوں کو مٹائے بغیر یہاں سے واپس نہیں جائیں گے۔ کعب نے کہا، واللہ! تم میرے پاس زمانے کی ذلت اور برسا ہوا بادل لے کر آئے ہو جس میں صرف گھن گرج اور چمک ہے، برسنے والا پانی نہیں ہے۔ حُیَیّ! تیری ماں تجھے روئے! مجھے میرے حال پر چھوڑ دے، میں نے محمد (ﷺ) میں سچائی، نیکی وعدہ پیمائی کے سوا کچھ نہیں پایا ہے۔ مگر حُیَیّ اس کو مسلسل تورات کا اور یہودی ہونے کا واسطہ دے کر، خوشامد کر کے اور جھوٹے سہانے خواب دکھا کر شیشے میں اتارنے کی کوشش کرتا رہا یہاں تک کہ اس شرط پر اُسے نبی علیہ السلام سے بد عہدی (نقضِ عہد) پر آمادہ کر ہی لیا کہ اگر قریش نے محمد (ﷺ) کو ختم کیے بغیر واپسی کی راہ لی تو وہ بھی قریظہ کے قلعے میں داخل ہو جائے گا اور جو بھی برا انجام قلعہ والوں کا ہو گا وہی اُس کا بھی ہو گا۔

۱۹. بنو قریظہ کی جانب سے معاہدہ ختم ہونے کا اعلان

حُیَیّ کے ساتھ اس پیمانِ وفا کے بعد کعب بن اسد نے رسول اللہ ﷺ سے کیا ہوا عہد توڑ دیا۔ اور اپنے تمام لوگوں کو بتا دیا کہ مسلمانوں کے ساتھ معاہدے کو وہ اُن کے منہ پر مار رہے ہیں اور اِس نادر موقع سے فائدہ اُٹھا کر

وہ حملہ آور احزاب کے ساتھ مل کر مسلمانوں سے حالت جنگ میں ہیں اور اُنھیں جلد ہی اپنے قلعوں سے نکل کر مسلمانوں کے گھروں پر حملہ کرنا ہے تاکہ خندق پر متعین اُن کی افواج مدینے کے اندر مصروف ہو جائیں اور قریش خندق کے کم زور ہو جانے والے محاذ کو پار کر سکیں۔ یہ اعلان سُن کر شروع میں تو بنو قریظہ کی اکثریت سیاسی معاہدے کو توڑنے کے بالکل حق میں نہیں تھی لیکن کوششوں سے منافقین کے ذریعے ایسی باتیں پھیلائی گئیں کہ ساتھ نہ دینے میں خطرہ اور ساتھ دینے میں پورے مدینے پر قبضے اور مسلمانوں کے قتلِ عام کی امیدیں نظر آئیں تو عقلوں پر پردے پڑ گئے اور پورا قبیلہ سبز باغوں کے پر فریب خیالات hallucination سے نہال ہو گیا، مگر یہود کے کچھ صاحب الرائے اور نیک لوگوں نے کعب کو سختی سے ٹوکا کہ یہ غدر تورات کی رُو سے جائز نہیں ہے اور اس میں احزاب کے چلے جانے کے بعد تباہی کا بہت خدشہ ہے، اور اُنھوں نے دریافت کیا کہ اگر ہمارے ساتھ محمد (ﷺ) کے ہاتھوں حُیَیّ بھی قتل ہو جائے تو اس میں ہمارا کیا فائدہ ہے؟ مگر اکثریت کا معاملہ یہ تھا کہ وہ سارے کے سارے کعب سمیت ایسے نشے میں مست تھے کہ کوئی عقل کی بات اُن کے ماؤف ذہن میں نہ سما سکی!

بنو قریظہ جنگی کارروائیوں کی منصوبہ بندی میں مصروف ہو گئے، اُنھیں احزاب کی جانب سے حملے کے ایک منصوبے میں ہم آہنگی اختیار کرتے ہوئے حملے کا حصہ بننا تھا اُدھر سے وہ حملہ کریں اور اِدھر سے یہ شہر کے اندر فساد مچائیں، تاہم بنو قریظہ نے حملے کے لیے کچھ وقت مانگا تاکہ اچھی طرح تیاری کر لیں اور اس مقصد کے لیے اُنھیں کم و بیش ایک ہفتے سے زیادہ کا وقت درکار ہے، اس سارے عرصے میں قریش کو خندق کے کنارے مسلمانوں کو انتہائی مصروف رکھنا ہو گا تاکہ وہ بنو قریظہ کی طرف توجہ نہ دے سکیں۔ یہ بھی طے ہوا کہ سب سے پہلے اہلِ مدینہ کی عورتوں اور بچوں کو اُٹھایا جائے گا۔ جلدی میں احزاب کو خیر سگالی کے طور پر خوراک سے لدے بیس اونٹ روانہ کر دیے جو اگر اُن تک پہنچ جاتے تو اُن دس ہزار مردانِ جنگی کے لیے تو اونٹ کے منہ میں زیرے کے مصداق ہوتے لیکن مسلمانوں کے ہاتھوں جب یہ لگے تو اُن کے لیے کافی اور نعمتِ غیر مترقبہ تھے۔ بنو قریظہ سوچ رہے تھے کہ رئیسُ المنافقین سے رابطہ کریں اُس کو اطلاع دے دیں کہ ہم بھی مسلمانوں پر شب خون مارنے کی تیاریوں میں ہیں۔ خندق پر متعین نو سو میں سے کچھ تو عبداللہ بن ابی کے بھی ہوں گے، وہ اگر اُن کا بھرپور ساتھ نہیں دیں گے تو کم از کم بددل ہو کر مسلمانوں میں بددلی پھیلانے کا کام تو انجام دیں گے! اپنے تئیں وہ بڑے زیرک اور بڑے دانشور تھے لیکن موت اِن کے سروں پر سڑی ہوئی لاشوں پر منڈلانے والے گدھوں

کی مانند منڈلا رہی تھی۔

۲۰. خندق پر کفار کو روکنے کے دوران نمازوں کا فوت ہونا

بنو قریظہ سے طے شدہ پروگرام کے مطابق کفار کی جانب سے ہر روز صبح ہی سے خندق پر شدید دباؤ شروع ہو جاتا، ایک دن فجر سے قبل ہی مشرکوں کی خندق پار کرنے کے لیے زبردست یلغار شروع ہو گئی۔ ظاہر ہے اس جنگ میں فوجیں دست بدست خونریز جنگ میں تو کبھی مصروف نہ ہو سکیں لیکن دونوں جانب سے خندق کے آر پار سپاہ کے درمیان خوب تیر اندازی ہوتی رہی، مشرکین کی محدود اکثریت ہی خندق کے ساتھ لائن پر کھڑے ہو کر تیر برسا سکتی تھی کہ جس سے گھبرا کر مسلمان پیچھے پسپا ہو جائیں اور مشرکین کا ایک دوسرا گروہ خندق کو پار کرنے یا پاٹ کر راستا بنانے کا کام کرے، تاہم وہ اس میں کبھی کامیاب نہ ہو سکے۔ اپنی عددی برتری کی بنا پر تیر اندازوں کے ایک گروپ کے بعد دوسرا تازہ دم گروپ آ جاتا لیکن مسلمان تو صرف نو سو کی تعداد میں تھے اور اُنھیں پونے چار کلو میٹر لمبی لائن پر کھڑے ہو کر تیر اندازی کر کے دشمن کو پرے رکھنا تھا۔ اسی تیر اندازی میں مسلمانوں کے چھ (۶) اور مشرکین کے دس (۱۰) کام آئے، تلوار سے تو صرف وہ دو (۲) آدمی ہی قتل ہوئے تھے عمَرو بن عبدِوُدّ اور مخزوم کے نوفل جو عکرمہ کے ہم راہ گھوڑوں کے ذریعے ایڑھ (جمپ) لگا کر خندق عبور کر آئے تھے، جن کا اوپر تذکرہ ہو چکا ہے۔

ایسے ہی ایک شدید حملے کے دن ظہر کی نماز کا وقت آ پہنچا، اور دشمن کے ساتھ پیہم تیر اندازی ہوتی رہی اور وقت گزرتا رہا تاآں کہ اصحاب پکار اُٹھے کہ یا رسول اللہ ﷺ ہم نے ابھی تک نماز نہیں ادا کی ہے۔ رسول عربی ﷺ کی جانب سے نماز ادا کرنے کا اذن نہیں ملا اور پھر عصر کا وقت آیا اور غروبِ آفتاب کے ساتھ وہ بھی چلا گیا اور دشمن کی جانب سے شدید تیر اندازی جاری رہی اور مسلمانوں کی جانب سے اُنھیں اُس سے زیادہ شدت کے ساتھ جواب ملتا رہا یہاں تک کہ شفق کی سرخی بالکل غائب ہونے لگی اور اتنا اندھیرا ہو گیا کہ صحیح طرح سے نشانہ لینا ممکن ہی نہیں رہا اور کفار واپس اپنے خیموں کی جانب چلے جنھیں اب وہ بڑا ہی منحوس محسوس کر رہے تھے، مسلمان بھی اپنی جگہوں پر آ گئے سوائے اسید بن حضیرؓ کے جن کے ساتھ ایک دستہ تھا جو رسول اللہ ﷺ کی ہدایت پر خندق کی نگرانی کر رہا تھا کہ خدشہ تھا کہیں وہ رات کے اندھیرے میں اِسے پار کر کے شب خون مارنے کی کوشش نہ کریں۔ رسول اللہ ﷺ نے وہ تمام نمازیں جو قضا ہو گئی تھیں ایک کے بعد ایک کر کے اپنی امامت

میں ادا کر دیں۔

جس کا خدشہ تھا اور نبی ملاحمؐ نے جس کی پیش بینی کی تھی، وہی ہوا کہ خالد بن ولید نے رات کے اندھیرے میں اپنے ایک گھڑ سوار دستے کے ساتھ خندق پار کرنے کی کوشش کی، بچارے کیا کرتے اسید بن حضیرؓ نے اُنھیں پار تو کجا قریب بھی پھٹکنے نہیں دیا، یہ اُن مواقع میں سے ایک تھا جب اُن کو یقین آنا شروع ہوا کہ محمد ﷺ اللہ کے سچے رسول ہیں اور اُنھیں غیبی طاقت کی زبردست مدد حاصل ہے وگرنہ کہاں خالد جیسا جنگ آزمودہ اور مانا ہوا عرب کا جنگ جو ولید کا بیٹا اور کہاں کے یہ زراعت پیشہ جنگوں کی تاریخ کے گم نام انصاری سپاہی، جو بے مثال اعتماد و جرأت سے مستقل اِس کے دانت کھٹے کر رہے ہیں۔ یاد ش بخیر کہ جنگِ بدر میں عکرمہ کے باپ ابوجہل کو بھی زراعت پیشہ انصاری لڑکوں کے ہاتھوں قتل ہونے پر شدید افسوس ہو رہا تھا۔

ایسی ہی شدید یلغاروں کے دنوں میں سے ایک ڈھلتے ہوئے دن شام کے ملگجے کے آغاز پر عمر بن خطابؓ، کفار کو ملامت کرتے ہوئے کہنے لگے کہ یا رسول اللہ! آج بڑی مشکل سے سورج ڈوبتے ڈوبتے نماز ادا کر پایا ہوں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اور میرا تو واللہ! معاملہ یہ ہے کہ ابھی تک بھی نماز نہیں ادا کر سکا ہوں۔ اس کے بعد اصحابؓ کرام نبی ﷺ کے ہم راہ بُطحان میں اترے۔ آپؐ نے وضو فرمایا اور اصحاب نے بھی وضو کیا۔ پھر آپؐ نے عصر کی نماز پڑھی۔ اس کے بعد مغرب کی نماز پڑھی۔ نبی رحمتؐ کو اس نماز کے فوت ہونے کا اس قدر افسوس و ملال تھا کہ آپؐ نے مشرکین کے لیے بددعا فرمائی کہ اللہ ان مشرکین سمیت ان کے گھروں اور قبروں کو اس طرح آگ سے بھر دے، جس طرح انہوں نے ہمیں مشغول رکھا، سورج ڈوب گیا اور نماز وسطیٰ جاتی رہی۔ آپؐ کے اِن کلمات سے عصر کی نماز کی اہمیت اور وقت پر ادا کی جانے والی کسی بھی نماز کی فضیلت اجاگر ہوتی ہے۔

۲۱. بنو قریظہ کا عورتوں کے کیمپ پر حملے کا ناکام منصوبہ

یہود کے قلعوں سے قریب ہی فارغ نامی قلعے کے اندر مسلمان عورتوں اور بچوں کا قیام تھا۔ صفیہ رضی اللہ عنہا بنت عبد المطلب، نبی ﷺ کی پھوپھی بھی اسی کیمپ میں تھیں اور حسان بن ثابتؓ خواتین کی حفاظت کے لیے وہیں رہ رہے تھے۔ صفیہؓ کہتی ہیں کہ اُنھوں نے قلعے کے گرد ایک مشتبہ یہودی کو دیکھا جو قلعے کا جائزہ لے رہا تھا۔ حسان کے علاوہ ہمارے اور یہود کے درمیان مسلمان مجاہدین میں سے کوئی ایک بھی نہ تھا جو ہمارا دفاع کر سکتا وہ

سارے تو خندق پر دشمن کے مدِّ مقابل مصروفِ پیکار تھے۔ موقع ایسا تھا کہ یہود اگر ہم پر حملہ آور ہو جائیں تو مسلمانوں کے لیے محاذ چھوڑ کر آنا بہت مشکل تھا۔ میں نے کہا: اے حسان! یہ یہودی جسے تم دیکھ رہے ہو قلعے کا چکر لگا رہا ہے واللہ مجھے! اندیشہ ہے کہ یہ سارے یہود کو یہاں سپاہ کے نہ ہونے اور ہمارے غیر محفوظ ہونے اور نرم چارہ بن جانے کی اطلاع کر دے گا اور رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرامؓ اس طرح پھنسے ہوئے ہیں کہ ہماری مدد کو نہیں آسکتے۔ لہٰذا آپ جایئے اور اسے قتل کر دیجیے۔ حسانؓ نے کہا کہ نیک بی بی، واللہ! تم جانتی ہو کہ میں اس کام کا آدمی نہیں ہوں۔ یہ مایوس کن جواب سُن کر صفیّہ رضی اللہ عنہا نے خود ہی اس یہودی کو قتل کرنے کی ٹھانی اور ستون میں لگایا جانے والا ایک لکڑی کا موٹا بلّم لیا اور قلعے سے اتر کر یہودی کو ہوشیار ہونے اور بھاگ جانے کا موقع دیے بغیر اس زور سے بلم مارا کہ وہ گر گیا، پھر اُسے مزید مار مار کر ختم کر دیا۔ صفیّہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں قلعے میں واپس آئی اور حسان سے کہا جاؤ اس کے ہتھیار اور جو بھی جسم پر ہے اتار لو، خاتون ہونے کے ناطے میں نے اُس کے ہتھیار نہیں اتارے۔ حسان بولے کہ مجھے اس کے ہتھیار اور سامان کی کوئی ضرورت نہیں۔

مسلمان بچوں اور عورتوں کی حفاظت کے بارے میں رسول اللہ ﷺ کی پھوپھی صفیّہ رضی اللہ عنہا بنت عبد المطلب کے اس مجاہدانہ اور جرأت مندانہ اقدام سے یہود کو یہ بڑی مفید غلط فہمی ہو گئی کہ قلعہ بڑی حفاظت میں ہے اور قلعے اور گڑھیوں کی حفاظت پر مسلمانوں کی بڑی موثر حفاظتی سپاہ موجود ہے، در آں حالاں کہ وہاں سپاہ نام کی کوئی چیز نہیں تھی۔ جرأت و ہمت سے عاری یہود نے یہ حرکت پھر کبھی نہ کی۔

۲۲. مسلمانوں تک بنو قریظہ کی غدّاری کی اطلاع کا پہنچنا

یہود کی عہد شکنی کی خبر ڈھکی چھپی نہ رہی۔ منافقین اسے بڑے ہی رازدارانہ انداز میں ایک سے دوسرے تک منتقل کر رہے تھے اور یہ فیصلہ نہیں کر پا رہے تھے کہ اب ساتھ کس کا دینا ہے۔ عمر بن الخطابؓ پہلے صحابی ہیں جن کے کان میں یہ خبر پڑی اور وہ بلا توقف اِس کو رسول اللہ ﷺ تک پہنچانے چل دیے۔ اب سب سے پہلا کام اِس خبر کی صداقت معلوم کرنا تھی، یہویوں کی سرشت سے ہرگز بعید نہ تھا کہ وہ ایسا کریں۔ ہم آج یہ یقین کر سکتے ہیں کہ اس جنگ کے روزِ اوّل سے نبی ملاحمؐ کے ذہن میں اس صورتِ حال کا بھی امکان رہا ہو گا اور اس سے نبٹنے کا بھی آپؐ نے کوئی پروگرام ضرور تیار کیا ہو گا۔ ہر چند کہ معاملہ بڑا سنگین تھا لیکن نبی ﷺ کو اپنے رب کے وعدوں پر کامل یقین تھا۔ دو بدو لشکروں کے ٹکرانے کا تو کوئی امکان تھا ہی نہیں کہ لُٹیروں اور مشرکوں کی

تعداد پیشِ نظر ہو، اب یقینی ہے کہ گلی گلی، کوچہ کوچہ ہر آڑ سے اِن کا استقبال و قتلِ عام ہو۔ ہم نے ماضی قریب میں ویت نام اور امریکہ کو ٹکراتے دیکھا ہے۔

عمر فاروقؓ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں جب حاضر ہوئے، اُس وقت آپؐ اپنے خیمے میں ابو بکرؓ کے ساتھ تشریف فرما تھے۔ عمرؓ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ مجھے بتایا گیا ہے کہ بنو قریظہ نے عہد کو توڑ دیا ہے اور اب وہ ہم سے برسرِ جنگ ہیں۔ یہ سُن کر آپؐ کے روئے مبارک پر فکر مندی کے آثار نمودار ہو گئے۔ آپؐ نے زبیر بن العوامؓ کو تحقیق حال کے لیے بھیج دیا، لیکن پھر فوراً ہی مناسب جانا کہ یہود سے پرانے تعلقات کی بنا پر انصار کو بھی اس کام میں شامل کیا جائے کہ اُن کی موجودگی میں یہود کے بیانات پر اُن کی گواہی سند رہے گی۔ چناں چہ آپؐ نے زبیر کے پیچھے اوس و خزرج کے دونوں سعد، یعنی ابن معاذؓ اور ابن عبادہؓ اور عبد اللہ بن رواحہؓ اور خوات بن جبیر رضی اللہ عنہم کو اس مشن پر روانہ فرمایا اور یہ ہدایت فرمائی کہ بنی قریظہ کے بارے میں اگر معلوم ہو کہ وہ عہد و پیمان پر قائم ہیں تو پھر لوگوں کے درمیان اعلانیہ اس کا ذکر کر دینا۔ اور اگر بات دوسری ہو تو صرف مجھے اشاروں اشاروں میں بتانا، لوگوں کی ہمتیں توڑنے کا باعث نہ بننا۔

۲۳. مسلمانوں کا وفد بنو قریظہ کے پاس

یہ لوگ بھی زبیرؓ کے وہاں پہنچنے کے بس کچھ ہی دیر بعد پہنچ گئے اور انھیں معلوم ہو گیا کہ بنو قریظہ معاہدے سے منحرف ہو گئے ہیں۔ یہود اعلانیہ مسلمانوں کو گالیاں بک رہے تھے۔ سعد بن معاذؓ اور اُن کے ہم راہ اراکینِ وفد نے خون کے گھونٹ پی لیے لیکن معاملہ سنگین تھا نرمی اور پیار سے اُنھیں اللہ کا واسطہ دیتے ہوئے سمجھایا کہ اِس سے قبل کہ وقت نکل جائے، اے یہود، تمھارے حق میں یہی بہتر ہے کہ معاہدے کو بحال رکھو اور اللہ کے رسولؐ سے غدر نہ کرو ورنہ نقضِ عہد کی تمھیں بڑی مہنگی قیمت چکانی پڑے گی، اُن کا بس ایک ہی جواب تھا کون ہے اللہ کا رسول؟ ہمارے اور محمد (ﷺ) کے درمیان نہ کوئی سمجھوتہ ہے نہ کوئی عہد و پیمان۔ اہلِ وفد نے یاد دلایا کہ بدر کے بعد قینقاع نے کس طرح اور اُحد کے بعد بنو نضیر نے کس طرح اپنے نقضِ عہد کا صلہ پایا تھا، یہ احزاب تو اپنے زخم چاٹتے ہوئے بس بھاگنے کو ہیں تمھارا کیا انجام ہو گا؟ مگر وہ خیالی فتح کے نشے میں مست تھے نہ کچھ سنتے تھے اور سن لیں تو سمجھتے نہیں تھے اور اگر سمجھ بھی لیں تو شیطان اُن پر سوار تھا، ضدی اور ہٹ دھرم بنے ہوئے تھے، موت کی نحوست اُن کے سروں پر منڈلا رہی تھی، ویسی ہی جیسی میدانِ بدر میں

سرداران قریش کے سروں پر منڈلا رہی تھی جسے عمیر بن وہب جمحی نے منڈلاتے ہوئے دیکھ کر قریش کے سرداروں سے کہا تھا کہ "اے قریشیو! میں نے ایسی بلائیں دیکھی ہیں جو موت کو اپنی پیٹھوں پر لادے ہوئے اِن کے دوش میں کھڑی ہیں"۔ آج سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ نے ایسی ہی کچھ بلاؤں کو اِن کے لیے دیکھ لیا، مگر وقار اور خاموشی سے کچھ اظہار نہ کیا۔ جب اراکین وفد نے جان لیا کہ یہ لوگ کچھ سننے سمجھنے کی منزل سے گزر چکے ہیں، تو واپس رسول اکرمؐ کی خدمت میں پہنچے اور اشارتاً صرف اتنا کہہ کر معاملے کو ظاہر کیا کہ "عضل اور قارہ" جیسا کہ قارئین جانتے ہیں کہ یہ اُن دو قبیلوں کے نام ہیں جنھوں ابھی کچھ عرصہ قبل اصحابِ رجیع کے ساتھ بدعہدی کی تھی۔ آپؐ نے بنو قریظہ کی بدعہدی کی خبر سن کر غور و فکر کے لیے اپنا سر اور چہرہ کپڑے سے ڈھک لیا اور کچھ دیر کے لیے لیٹ گئے۔ اس کیفیت کو دیکھ کر لوگوں کا اضطراب بھی بڑھ گیا، اللہ اور اُس کا رسول جانتے ہیں کہ دونوں میں کیا نامہ و پیام ہوا۔ آپؐ تکبیر [اللہ اکبر] بلند کرتے ہوئے اُٹھے اور فرمایا کہ اے مومنو خوش ہو جاؤ اللہ کی مدد اور فتح کی خوشخبری سن لو!

اب لازماً بنو قریظہ سے مقابلے کے لیے بھی کچھ فوج اُن کے قلعوں کے باہر اور کچھ مسلمان عورتوں اور بچوں کی رہائش گاہوں کی حفاظت کے لیے مدینے کے اندر بھیجنی ہے، خندق کے مختلف مورچوں پر متعین افراد میں سے کہیں سے کم کہیں سے زیادہ مجاہدین نکال کر سو (۱۰۰) مردانِ آہن کا ایک نیا دستہ تشکیل دیا گیا جسے مدینے کے اندر بنو قریظہ کی جانب سے کسی بھی ممکنہ خطرے سے نبٹنے کے لیے روانہ کر دیا گیا۔

اسی دوران خبر ملی کہ احزاب کی قیادت نے بنو قریظہ سے یہ طے کیا ہے کہ قریش اور غطفان کے ایک ایک ہزار لشکری یہود کے قلعوں کے رستے مدینے میں داخل ہو جائیں اور مسلمانوں کی عورتوں اور بچوں کو اُٹھالے جائیں اس طرح مسلمان مرکز شہر کی طرف متوجہ ہوں گے تو خندق کی حفاظت نہ کر پائیں گے اور احزاب خندق عبور کر کے شہر میں داخل ہو سکیں گے۔ آپؐ کو جوں ہی یہ خبر ملی آپؐ نے زبیرؓ کی سرکردگی میں ایک گھڑ سوار دستہ شہر میں بھیجا کہ وہ شہر میں تکبیر کے نعرے بلند کرتا ہوا گشت کرے اور دشمن یوں محسوس کرے کہ شہر ایک طاقت ور فوج سے بھر گیا ہے۔ اِس حکمتِ عملی کے ذریعے رعب میں آ کر اتحادی حملہ آور اور بنو قریظہ اپنے ناپاک ارادوں اور منصوبے کو روبعمل نہ لا سکے۔ حکمتِ عملی تو بس اُسی دائرے میں تھی جہاں تک طاقت اور وسائل تھے، اللہ نے جب اپنے بندوں کو آزما لیا اور صادق و باوفا پایا تو اپنی قدرتِ خاص سے دشمنوں کے دلوں میں رعب ڈال دیا، حقیقت یہ ہے کہ بندے وہیں تک کرنے کے مکلف ہیں جہاں تک کر سکتے ہیں، باقی کام اللہ کا

ہوتا ہے۔

۲۴۔ سردارِ اوس سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کا زخمی ہونا اور شہادت کی دعا کرنا

مشرکین کی صبح سے جو خندق کے پورے طول [لمبائی] پر اُسے شدید تیر اندازی کے ذریعے عبور کرنے کی مجنونانہ مگر ناکام کوششیں شروع ہوتیں وہ مسلمانوں کو شام تک جوابی تیر اندازی میں بہت مصروف رکھتیں۔ اس تیر اندازی میں مسلمانوں کا ایک بہت بڑا نقصان ہوا۔ ایسی ایک شدید تیر اندازی کے دوران حبان بن عرقہ نامی ایک قریشی مشرک کا ایک تیر سعد بن معاذؓ کو لگا جس نے اُن کے ہاتھ کی شہ رگ کو کاٹ دیا، خون کا فوّارہ بہہ نکلا۔ زخم بڑا کاری تھا اُس دور میں جو بھی علاج اور تدابیر تھیں وہ اختیار کی گئیں کچھ وقتی افاقہ بھی ہوا لیکن شدید نقاہت تھی اور سعد بن معاذؓ نے ایک ایسی دعا کی کہ جو اُن کی دلی کیفیات، اُن کے ایمان کی صداقت، اسلام کی اشاعت اور فروغ کے بارے میں اُن کی پیش بینی اور اللہ سے اُن کی محبت اور ملاقات کے شوق کو ظاہر کرتی ہے، نہ صرف اُن کے بلکہ وہ اُس دیگ کا ایک نمائندہ چاول تھے جس کو اللہ کا نبیؐ تیّار کر رہا تھا۔ وہ بہ چشم نم دل کی گہرائیوں سے یوں اپنے رب سے مخاطب تھے:

اللهم إنك تعلم أنه ليس أحد أحب إلى أن أجاهدهم فيك من قوم كذبوا رسولك وأخرجوه، اللهم فإني أظن أنك قد وضعت الحرب بيننا وبينهم، فإن كان بقي من حرب قريش شيء فأبقني لهم حتى أجاهدهم فيك،. وإن كنت وضعت الحرب فافجرها واجعل موتتي فيها. وقال في آخر دعائه: ولا تمتني حتى تقر عيني من بني قريظة

اے پروردگار! تو جانتا ہے کہ جس قوم (قریش مکہ) نے تیرے رسول کی تکذیب کی اور انھیں (اپنے شہر سے) نکال باہر کیا، اُن سے تیری رضا کی خاطر مجھے قتال کرنا کتنا مرغوب ہے کہ اتنا (کفار کی) کسی اور قوم سے نہیں ہے۔ پس اے (میرے) پروردگار! میں سمجھتا ہوں کہ اب تو نے ہماری اور اُن کی جنگ کو (ان احزاب کے چڑھ آنے کے ذریعے) آخری مرحلے تک پہنچا دیا ہے (اور قریش کی کمر توڑ دی ہے)، اگر ایسا نہیں ہے اور قریش کے ساتھ قتال کچھ باقی ہے تو مجھے (بھی اُس میں شرکت کے لیے زندہ و سلامت) باقی رکھ کہ میں (تیرے نبیؐ کے اِن دشمنوں سے) تیری رضا کی خاطر قتال کروں۔ اور اگر (یہ اِن کا آخری حملہ ہے اور) تو نے لڑائی ختم کر دی ہے تو میرے (اس بظاہر مندمل ہو جانے والے) زخم کو جاری کر کے اسے میری شہادت کا سبب بنا دے۔ پر، اے میرے مولا! مجھے موت نہ دے یہاں تک کہ بنو قریظہ کے معاملے میں میری آنکھوں کو ٹھنڈک نہ مل جائے

۲۵. منافقین کی گھبراہٹ اور حرکتیں

جب سے بنو قریظہ کی عہد شکنی کی اطلاعات عام ہوئیں منافقین کے لیے اپنے نفاق کو چھپانا مشکل ہو گیا۔ اگرچہ وہ بنو قریظہ کی عہد شکنی سے قبل بھی دبے لفظوں میں کہا کرتے تھے کہ یہ صورتِ حالات کب تک رہے گی؟ کب تک اس خندق کے بل پر دشمن کو روکا جاسکے گا؟ بنو قریظہ کی دشمنوں سے جاملنے کی خبریں عام ہونے کے بعد تو اُن کے منہ کھل گئے اور اب وہ اعلانیہ بددلی پیدا کرنے والی افواہیں اور باتیں پھیلا رہے تھے۔ پہلے ہی چھ روز کھدائی میں مسلمان تھکن سے چکنا چُور تھے اور اب سردی بھی انتہائی شدید تھی، غذا کی بھی قلت تھی۔ مشرکین کی فوج بھی گزشتہ گیارہ بارہ روز سے اُن کو مستقل دباؤ میں لیے ہوئی تھی۔ اب اُس پر مستزاد یہ کہ بنو قریظہ بھی عورتوں اور بچوں کو اُٹھالے جانے کی دھمکیاں دے رہے تھے اگر نہیں بھی دے رہے تو منافقین ضرور اپنی طرف سے ایک کی چار پھیلا رہے تھے۔ منافقین کہنے لگے کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے تو ہم سے قیصر و کِسریٰ کے خزانے مل جانے کی بات کی تھی اور یہاں یہ حالت ہے کہ ہمیں ذاتی ضروریات personal needs کے لیے نکلنے میں بھی جان کی خیر نظر نہیں آتی۔ منافقین بار بار آکر محاذ چھوڑ کر گھر جانے کی اجازت مانگنے لگے۔ منافقین تو خیر ایسی باتوں کے لیے معذور تھے کہ اُن سے اِس کے علاوہ توقع ہی کیا تھی مگر نوبت یہاں تک پہنچ گئی کہ مخلصین میں سے ضعیف الایمان بھی آزمائے گئے اور اُن کے دلوں میں بھی عزیمت کے خلاف باتیں نفوذ کرنے لگیں۔ تاہم وہ جو اپنے ایمان میں سچے تھے اُن کے ایمان کو ہر آزمائش اور ہر سخت کوشی نے مزید مضبوط کیا، جس کی بعد میں اللہ تعالیٰ نے بڑی تحسین فرمائی۔ حقیت یہ ہے کہ اللہ نے منافقین کا پردہ چاک کرنے کے لیے اور اپنے مخلص بندوں کی استقامت کے درجات کو جانچنے اور متعین کرنے اور اُن پر خود اُن کو گواہ کرنے کے لیے دلوں کو دہلا دینے والی شدید آزمائش میں ڈالا۔ ہم اس موضوع پر اگلے باب میں سُوْرَةُ الْاَحْزَاب کا مطالعہ کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کے ارشادات سے روشنی حاصل کریں گے۔

۲۶. بنو غطفان کو متحدہ احزاب سے کاٹنے کی کوششیں

تمام ہی موانع کے باوجود اہلِ ایمان پورے اعتماد اور صبر و استقامت سے اللہ کی جانب سے فتح و نصرت کے یقین کامل کے ساتھ ڈٹے ہوئے تھے، جس میں کسی ریب و شک اور پریشانی کا کوئی گزر نہیں تھا۔ اِس وقت رسولِ اکرم ؐ کی اسٹریٹیجی یہ تھی کہ دشمنوں کے مختلف گروہوں کے درمیان پھوٹ ڈالی جائے یا کسی ایک کو

کاٹ کر دشمنوں میں بددلی کے متعدی مرض کو پھیلایا جائے۔ مسلمان جس پریشانی کا شکار تھے، وہ تو تھے ہی مگر اپنے شہر میں تھے جب کہ دشمن تو اپنے گھروں سے سینکڑوں کلو میٹر دور سے آکر میدانوں میں پڑا ہوا تھا، اُن کے جانور مر رہے تھے اور وہ تمام مصائب جن کا محصورین کو سامنا تھا وہی تمام مصائب اور بعض اُن سے بھی دوچند محاصرین کو بھی تھے مگر محصورین کو اللہ سے اجر کی امید تھی اور محاصرین بغیر کسی ایسی امید پر جماؤ دکھا رہے تھے۔ مختلف گروہوں کے درمیان پھوٹ ڈالنے یا کسی ایک کو کاٹنے کے لیے رسول اللہ ﷺ نے سوچا کہ بنو غطفان کے دونوں سرداروں عیینہ بن حصن اور حارث بن عوف سے مدینے کی کھجور کی ایک تہائی پیداوار پر مصالحت کر لی جائے تاکہ یہ دونوں سردار اپنے اپنے قبیلے کی فوج لے کر واپس چلے جائیں اور باقی جو پہلے ہی ٹوٹ چکے ہیں اِن کو جاتا دیکھ کر بھاگ جائیں۔ جب قریش تنہا رہ جائیں تو وہ مار جو بدر میں لگائی تھی اور پھر اُحد کے آغاز میں لگانی شروع کی تھی اُس کا دوبارہ اعادہ کیا جائے اور کسی ایک کو زندہ گرفتار نہ کیا جائے جب تک کہ وہ کعبے کی کنجیاں حوالے کر کے شکست نہ تسلیم کر لیں۔ بنو غطفان سے کچھ لے لوا کر بھاگنے کی تجویز پر مذاکرات ہوئے، مسلمانوں کی جانب سے تہائی فصل کی پیش کش ہوئی اور اُنھوں نے آدھی کا مطالبہ کیا۔ جب آپ ﷺ نے سعد بن معاذ جو شدید زخمی تھے اور سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہما سے اس تجویز کے بارے میں مشورہ کیا تو ان دونوں نے بیک زبان ہو کر کہا کہ یا رسول اللہ ﷺ! اگر اللہ نے آپ ﷺ کو اس کا حکم دیا ہے تب تو بلا چوں چرا تسلیم ہے۔ اور اگر محض آپ ﷺ ہماری خاطر ایسا کرنا چاہتے ہیں تو ہمیں اس کی ضرورت نہیں۔ جب ہم لوگ اور یہ شرک پر قایم تھے تو یہ لوگ میزبانی یا خرید و فرخت کے سوا کسی اور شکل میں ہم سے ایک دانے کی بھی توقع نہیں کر سکتے تھے تو بھلا اب جب کہ اللہ نے ہمیں اسلام سے سرفراز فرمایا ہے، اور آپؐ کے ذریعے عزت بخشی ہے، ہم انھیں اپنا مال دیں گے؟ واللہ! ہم تو انھیں اپنی تلوار کے سوا کچھ نہیں دیں گے یہاں تک کہ اللہ ہمارے اور اِن کے درمیان فیصلہ کر دے۔ آپ ﷺ نے ان دونوں کی رائے کو درست قرار دیا اور کہا کہ اِن شاء اللہ ویسا ہی ہو گا جیسا تم چاہتے ہو۔ سعدؓ نے عثمانؓ کے ہاتھ سے معاہدے کی تحریر کا چرمی کاغذ اور قلم لے کر اُس پر ایک خطِ تنسیخ کھینچتے ہوئے کہا کہ دیکھ لیں گے کہ وہ اس سے زیادہ کیا بگاڑ سکتے ہیں [جتنا کہ وہ محاصرہ کر کے بگاڑ رہے ہیں یا کہ اُس بے عزتی سے جو انھوں نے آدھی پیداوار مانگ کے کی ہے]۔ نبی ﷺ نے فرمایا کہ جب میں نے دیکھا کہ سارا عرب ایک کمان کھینچ کر تم پر پل پڑا ہے تو محض تمھاری خاطر یہ کام کرنا چاہا تھا۔ یوں یہ زیرِ غور معاہدہ اپنی آخری شکل پانے سے پہلے ہی کالعدم ہو گیا۔

دن ختم ہو چکا تھا، اندھیرا پھیل گیا، معصوم نبیؑ کے سرخ خیمے کے قریب سے گزرنے والے، ایک گڑگڑا کر رونے والے کے سینے سے اُٹھنے والی آوازیں اور اللہ سے کی جانے والی دعائیں سن سکتے تھے جو وہ رو رو کے اور بلک بلک کر اپنے خالق ومالک سے کر رہا تھا اللھم استر عوراتنا وآمن روعاتنا۔ اے اللہ ہماری پردہ پوشی فرما۔ اور ہمیں خطرات سے مامون کر دے۔ مزید وہ یوں بھی اپنے آقا ومالک سے کہہ رہا تھا، جسے سُن کر سینے کیوں نہ پھٹ جائیں کہ جس سینے پر قرآن اترتا تھا اُسی سینے سے یہ آواز آرہی تھی: اللھم منزل الكتاب، سریع الحساب، اہزم الأحزاب، اللھم اہزمھم وزلزلھم۔ اے اللہ! کتاب (قرآن کو) اتارنے والے اور جلد حساب لینے والے۔ ان لشکروں کو شکست دے۔ اے اللہ! انھیں شکست دے اور جھنجوڑ کر رکھ دے۔"

۲۷. نعیم بن مسعود رضی اللہ عنہ کی حکمت عملی پانسہ پلٹتی ہے

اس سے قبل کہ جنگ کو نتیجے کی جانب جانے کی تفصیل بیان کی جائے، اس جنگ کے دوسرے ہیرو سیّدنا نعیم بن مسعود رضی اللہ عنہ کا مختصر تعارف ضروری ہے [جانا جائے کہ بہ ترتیب زمانی اس جنگ کے تین ہیرو ہیں پہلے سلمان فارسیؓ، دوسرے نعیم بن مسعودؓ اور تیسرے سعد بن معاذؓ]:

نعیم بن مسعود رضی اللہ عنہ

نبوت کے مدنی دور میں اسلام کی سیاسی بقا اور عسکری فتوحات میں اللہ تعالیٰ نے نعیم بن مسعودؓ بن عامر اشجعی سے تین مواقع پر بڑے بے مثال کام لیے جن کی بدولت اسلام کے قدم جم سکے اور اسلام آج تک زندہ ہے۔ نعیم بن مسعودؓ، اسعد بن زرارہؓ کی مانند ایک گمنام سپاہی کی حیثیت سے اسلامی تاریخ کے صفحات میں کھوئے ہوئے ہیں، جنھیں ہمارے اسکول اور کالج کے مسلمان طلبہ بالکل نہیں جانتے، دراصل انھیں ہمارے اصحاب السیر اور مورخین نے وہ جائز مقام نہیں دیا جو اُن کو ملنا چاہیے تھا، اس لیے کچھ تفصیل سے نعیم بن مسعودؓ کا تعارف پیش کیا جارہا ہے۔ کتاب کے گزشتہ حصوں میں اسی طور، اسعد بن زرارہؓ کی خدمات کو بھی اپنے مقامات پر اجاگر کیا گیا ہے، اتنی گم نامی تو نہیں جتنی نعیم بن مسعودؓ کے حصے میں مسلمانوں کے درمیان آئی مگر مصعب بن عمیرؓ بھی اسلامی تاریخ میں وہ مقام نہ پاسکے جو اُن کا جائز حق تھا۔

نعیم بن مسعودؓ کا تعلق قبیلہ غطفان سے تھا جو مدینے اور خیبر کے درمیان آباد تھا۔ قبیلہ غطفان اسلام دشمنی میں قریش اور یہود کی طرح بہت آگے نہیں تھا۔ اگلے صفحے پر دیے ہوئے نقشے سے غطفان کا حجاز میں آبادی کا مقام دیکھا جاسکتا ہے۔

نعیم بن مسعود بہت ہی خوش گفتار اور مجلسی آدمی ہونے کے ساتھ گفتگو کے فن سے خوب واقف اور اپنی بات پر لوگوں کو قائل کرنے میں بڑی مہارت رکھتے تھے ،اِس کے ساتھ ہی قریشِ مکہ ، مدینے کے اوس و خزرج اور بنو قریظہ سے بڑے گرم جوشی کے تعلقات تھے۔ اسلام کے مدینے میں آنے کے بعد وہ قریشیوں اور یہودیوں سے بہت عمدہ تعلقات رکھنے کے باوجود اوس و خزرج سے گرم جوشی کے نہ سہی مگر یکساں سطح کے باہمی عزت اور رواداری کے تعلقات ضرور رکھتے تھے۔ ایسا کیوں تھا یہ جاننے کے لیے ہمیں تین گروہوں کی اسلام اور مسلمانوں سے تعلق کی نوعیت کو سمجھنا ہو گا۔

قریش کی اسلام دشمنی اور جلن کی تمام وجوہات [بشمول نفس پرستی اور دنیا پرستی] میں قوی ترین رنجش کی وجہ یہ تھی کہ دیگر بہت سارے اعزازات کے ساتھ نبوت بھی کیوں بنو ہاشم میں چلی گئی ؟ محمد ﷺ کو نبی مان لینے سے سارے قبیلوں کی سرداری اور سارا قبائلی کلچر اور نظام زمیں بوس ہو جاتا تھا اور قیادت بالکلیہ اللہ اور اُس کے رسول اور اُس کے جانشینوں کے ہاتھ میں آجاتی تھی جو اُنھیں گوارا نہ تھی۔

اسی طرح یہود کی اسلام دشمنی کی تمام وجوہات [بشمول نفس پرستی اور دنیا پرستی] میں قوی ترین وجہ یہ تھی کہ نبوت بنو اسرائیل کے بجائے کیوں بنو اسمٰعیل میں چلی گئی۔ محمد ﷺ کو نبی مان لینے سے سارے احبار و رھبان کی مذہبی قیادت اور اُن کی سند و تعاون سے چلنے والی اُن کے قبائلی قائدین کی قیادت ہاتھ سے نکل جاتی تھی۔

عرب میں پھیلے ہوئے دیگر قبائل بشمول اوس و خزرج اور نصاریٰ میں اس طرح کی کوئی وجہ اسلام دشمنی کی بنیاد نہیں تھی بلکہ اُن میں جو بھی مخالفت تھی وہ اپنے مذہب اور اپنے تمدن کے ساتھ لگاؤ کے بعد نفس پرستی اور دنیا پرستی کی بنیاد پر تھی۔ اس گروپ کے لوگ اسلام کے مخالف تھے ، دشمن نہیں تھے۔ اسلام آجانے کے بعد اوس و خزرج مسلمان ہو گئے اسی طرح حبش میں نصاریٰ کی ایک تعداد نے اسلام قبول کیا۔

موخرالذکر ایک حد تک مخالفت میں سرگرم تھے اوّل الذکر دو گروہوں [قریش اور یہود] کی طرح اسلام کے جانی دشمن اور مسلمانوں کے خون کے پیاسے نہیں تھے۔ اِس تجزیے کے بعد یہ سمجھنا آسان ہو جاتا ہے کہ نعیم بن مسعودؓ غطفانی قریشیوں اور یہودیوں سے بہت عمدہ تعلقات رکھنے کے باوجود اوس و خزرج کے لوگوں سے جو اب مسلمان ہو گئے تھے باوجود اپنے کفر پر قایم رہنے کے کیوں کر باہمی عزت و رواداری کے تعلقات رکھ سکے تھے۔ اب ہم تین مواقع پر اُن سے (نعیم بن مسعودؓ سے) ملنے والی اسلام کو نصرت کا تذکرہ کرتے ہیں اور آخری نصرت خندق میں جو اُن کے توسط سے اللہ نے عطا کی اُس سے قبل اللہ نے اُن کے سینے کو اسلام کے لیے کھول دیا تھا۔

نعیم بن مسعود کا قبول اسلام سے قبل پہلا کارنامہ

جمادی الثانی ۳ ہجری [دسمبر ۶۲۴ء] میں جنگ بدر میں شدید ذلت آمیز شکست کے بعد اہلِ مکہ اپنی گرمیوں والی شام کی تجارت کے بارے میں بہت خوف زدہ اور پریشان تھے۔ معروف، آسان اور مدینے کے قریب سے گزرنے والا راستا اہلِ مکہ کے لیے مسلمانوں نے بند کر دیا تھا چناں چہ صفوان بن امیہ کی قیادت میں بہت قیمتی سامان لے کر جانے والا ایک تجارتی قافلہ طویل اور غیر معروف عراق سے گزرنے والے راستے پر بڑی رازداری اور خاموشی سے جا رہا تھا۔ نعیم بن مسعودؓ کو مکہ کے اشراف کے ساتھ میل جول اور آنے جانے کی وجہ سے اس قافلے کے بارے میں معلومات تھیں۔ مدینے میں ایک بادہ نوشی کی محفل میں اِس کی تفصیلات اُن کے منہ سے زبان پر آ گئیں، ایک انصاری مسلمان سلیط رضی اللہ عنہ نے سب کچھ سن لیا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع پہنچا دی۔ اس راز کے فاش ہو جانے کا قریش کو وہم و گمان بھی نہ تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک فوجی دستہ زید بن حارثہ کی قیادت میں بھیجا جس نے سارا مال ضبط کر لیا، غزوہ بدر کے بعد یہ دوسرا بہت بڑا نقصان تھا جو اُحد کی جنگ کا پیش خیمہ بنا۔

نعیم بن مسعود کا قبول اسلام سے قبل دوسرا کارنامہ

ذالقعدہ ۴ ھجری [اپریل ۶۲۶ عیسوی] غزوہ اُحد میں قریش نے گرچہ مسلمانوں کو جانی نقصان تو پہنچا دیا تھا مگر اُن کے تجارتی راستے تو مسلمانوں کے ہاتھوں بند ہی رہے، اوپر سے قحط سالی نے اہلِ مکہ کی رہی سہی کسر نکال دی تھی، معاشی بندشوں سے قریشِ مکہ کو مسلمانوں نے بالکل گرا دیا تھا۔ اُحد سے جنگ نامکمل چھوڑ کر بھاگتے ہوئے وہ اگلے برس، بدر کے میدان میں ایک اور جنگ کا چیلنج دے گئے تھے۔ سال بعد وقت آنے

پر قحط اور اوپر سے معاشی کنگالی نے اُنھیں جنگ کے قابل نہیں چھوڑا تھا۔ سارا عرب اس چیلنج والی جنگ کا انجام دیکھنا چاہتا تھا کہ اب قریش میں کتنا دم ہے۔ ابو سفیان نے عکرمہ اور صفوان سے مشورہ کیا، رائے یہ بنی کہ کسی طرح اہلِ مدینہ کو یہ باور کرایا جائے کہ قریش ایسی بڑی تیاری سے آرہے ہیں کہ اُن سے جیتنا کسی کے لیے ممکن نہیں ہو گا۔ بہت سوچ بچار اور تلاشِ بسیار کے بعد غطفان کے نعیم بن مسعود کے نام قرعہ فال نکلا کہ وہ مدینے جا کر یہ پروپیگنڈا کرے اور انھیں میدانِ جنگ میں پہنچنے سے باز رکھے، یوں جنگ سے بھاگنے کا الزام مکے کے بجائے مدینے کے سر پڑ جائے گا۔ صفوان نے کسی طور پر نعیم کو بیس اونٹوں کے عوض آمادہ کیا کہ وہ مسلمانوں کو جنگ پر جانے سے ڈرائے کہ قریش نے ایسی اور ایسی تیاری کی ہے کہ اُن کا مقابلہ ممکن نہیں، اتنی فوج اور قوت سے آرہے ہیں کہ اُن سے جیتنا محال ہے۔

نعیم نے سر کے بال منڈوائے تاکہ لوگوں کو یہی گمان ہو کہ وہ مکے سے عمرہ کر کے آرہا ہے۔ اُس نے مدینے پہنچ کر جب حالات کا جائزہ لیا تو حیران رہ گیا کہ قریش کے بالکل بر خلاف مسلمانوں میں تو بدر پہنچ کر قریش کے چیلنج کا جواب دینے اور اُحد کا بدلہ چکانے کا بڑا جوش ہے۔ اُس نے اُن تمام لوگوں سے جن سے وہ مل کر قائل کر سکتا تھا، قائل کرنے کی کوشش میں کہتا رہا کہ بدر میں قریش کا مقابلہ موت کو دعوت دینا ہے اور نہ جایا جائے۔ مدینے میں رک کر اُن کے مقابلے کی تیاری کی جائے، ایک مرتبہ مدینے سے باہر نکل کر غلطی ہو چکی ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ اگر کوئی نہ جائے تو میں تنہا جاؤں گا، نعیم کی حیرانی کی انتہا نہ رہی جب اُس نے دیکھا کہ اُس کا پھیلایا ہوا سارا پروپیگنڈا مسلمانوں کے قائد کے ایک جملے سے جھاگ کی طرح بیٹھ گیا۔ اُس نے بڑی حیرانی سے دیکھا کہ اُس کی باتوں سے تو مسلمانوں کے جوش اور وہاں پہنچ کر قریش سے دو دو ہاتھ کرنے کا جذبہ فزوں تر ہو گیا۔ مسلمانوں کے اخلاق اور اللہ پر اُن کے توکل کو دیکھ کر نعیم بن مسعود کے دل میں اسلام کی عظمت اور حقّانیت کا بیج پڑ گیا۔ اپنا سا منہ لے کر نعیم بن مسعود مکہ پہنچے، جس کام پر مامور کیا تھا وہ تو نہ ہو سکا اُلٹا اُن کی گفتگو سے مسلمانوں کا جوش و خروش اور بڑھ گیا تھا۔ کامیابی نہ ہونے پر نعیم بن مسعود کو بیس اونٹ تو نہ ملے لیکن بڑے ہی پسندیدہ لوگوں کے لیے دل میں نہ جانے کب سے پڑی محبت کی ایک خفتہ چنگاری نے اُس کی زبانی یوں گواہی دلوائی کہ نعیم نے سفیان اور صفوان سے کہا کہ مدینہ تو جنگ اور انتقامِ اُحد کے لیے اس طرح بھر گیا ہے جس طرح انار دانوں سے بھر جائے، وہ تو مقابلے پر بدر آکر رہیں گے، مکے کے چودھری اور اجارہ دار مزید سہم گئے۔ اللہ کی چال اُن کی چال پر غالب آگئی، نعیم بن مسعود کی مہم مسلمانوں کو جنگ سے ڈرانے میں کیا

کامیاب ہوتی، وہ اب قریش کو مدینے کے مسلمانوں کے جوش و جذبے سے ڈرا رہے تھے، جس کے لیے مسلمانوں نے اُنھیں کوئی انعام دینے کا وعدہ نہیں کیا تھا۔ اُن سے اُن کا خالق و مالک یہ کام لے رہا تھا جس نے رحمِ مادر میں اُن کی صورت گری کی تھی اور گفتگو کی بے پایاں صلاحیتوں کو اُن کے ڈی این اے میں ڈال دیا تھا۔ یہ اِن کے ڈالے ہوئے ڈر کی تاثیر تھی کہ قریش، مسلمانوں سے جنگ کے لیے نکلے مگر شروع راستے ہی میں اِن کا خوف بڑھ گیا اور واپس آ گئے۔

نعیم بن مسعود کی دربارِ رسالت میں حاضری اور قبول اسلام

شوال ۵ ہجری [مارچ ۶۲۷ عیسوی] نُعَیم بن مسعود جو ابھی تک ایمان نہیں لائے تھے بلکہ مسلمانوں سے لڑنے آنے والی احزاب کے ساتھ اہلِ غطفان کے کیمپ میں گزشتہ گیارہ بارہ دنوں سے شریک تھے، وہ اپنے قبیلے کو لے کر احزاب کے ساتھ آ تو گئے تھے لیکن اِن کے قبیلے کیا، سارے غطفان میں کوئی بھی اُن سے زیادہ مسلمانوں کو نہیں جانتا تھا۔ پچھلے برس جب اُنھوں نے مدینے میں کئی دن مسلمانوں کے ساتھ اُنھیں بدر میں جانے سے رُک جانے پر آمادہ کرنے کے لیے گزارے تھے، تب وہ اُن کے ڈسپلن، اخلاق اور نیکی سے حد درجے متاثر ہوئے تھے۔ اب وہ یہاں آنے کو تو آ گئے تھے لیکن اُن کا دل مسلمانوں کے لیے ہمدردی رکھتا تھا جو ہر گزرتے دن کے ساتھ بڑھتی جا رہی تھی۔ وہ حیران تھے کہ کس درجے صبر و استقامت کے ساتھ مسلمان اپنے سے دس گنا فوج کے سامنے پہاڑ کی طرح ڈٹے ہوئے ہیں۔ اللہ نے اسلام کے لیے اُن کا سینہ کھول دیا، اسلام سے محبت کی شمع جو ابھی تک نہ جل رہی تھی نہ بجھ رہی تھی، اب اللہ کے حکم سے پوری تاب و توانائی سے بھڑک اُٹھی، یہ کیفیت اُنھوں نے کسی پر ظاہر نہیں ہونے دی، اب وہ جانتے تھے کہ اُنھیں کیا کرنا ہے، وہ ایک عزم سے چل دیے اُنھیں آج اسلام سے اتنے دنوں تک دور رہنے کا کفارہ ادا کرنا تھا! .... یہ اللہ کا اپنے بندوں سے کام لینے کا طریقہ ہے کہ وہ خاص مطلوب مواقع پر اُن کے دلوں کو بدل دیتا ہے، آپ کو یاد ہو گا کہ مکے میں حمزہ بن عبد المطلبؓ اور عمر بن الخطابؓ کے دل بھی اللہ نے ایسے ہی بدلے تھے۔

وہ اچانک اُٹھے، اُنھیں یہ سہولت تھی کہ سارے حجاز کے لوگ اُن کو صاحبِ عزت اور اپنا خیر خواہ سمجھتے تھے۔ ظاہر ہے اعلانیہ خندق تو پار نہیں کر سکتے تھے کسی طرح سے آبادی یا باغات والے علاقوں سے ہوتے ہوئے کوہِ سلع اور خندق کے درمیان مسلمانوں کے مرکز پہنچ گئے جہاں قائد افواجِ مسلمین کا سرخ رنگ کا چمڑے کا خیمہ نصب تھا۔ مسلمانوں سے کہا کہ وہ رسول اللہ ﷺ سے ملنا چاہتے ہیں، اُنھیں اندر لے جایا گیا۔

نعیم یہاں آنے کا کیا سبب ہوا؟ رسول اللہ ﷺ نے دریافت فرمایا۔

اے اللہ کے رسول ﷺ! میں اپنے ایمان کا اعلان کرنے آیا ہوں اور شہادت دیتا ہوں کہ آپؐ حق لے کر مبعوث ہوئے ہیں۔ پس آپؐ مجھے کوئی حکم فرمایئے، میری قوم کو میرے ایمان کا علم نہیں ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ "تم میں جتنی بھی قوت ہے اُس کو اِن کے آپس میں لڑانے میں لگا دو" نعیمؓ نے غلط بیانی کی اجازت چاہی تو آپؐ نے فرمایا کہ "کسی طرح اِن کا محاصرہ ختم کروا دو، جنگ تو چال بازی ہی سے ہوتی ہے"

نعیم بن مسعود رضی اللہ عنہ کی دانش نے جنگ کا پانسہ پلٹ دیا

نعیم چلے گئے اور سرخ خیمے کے باہر سینے سے اُٹھنے والی گڑگڑانے کی آوازوں میں اللہ کے معصوم نبیؐ کی دعائیں سنی جاسکتی تھیں جو وہ رو رو کے اور بلک بلک کر اپنے خالق و مالک سے کر رہا تھا: اللهم منزل الكتاب، سريع الحساب، اهزم الأحزاب، اللهم اهزمهم وزلزلهم۔"اے اللہ! کتاب (قرآن کو) اتارنے والے اور جلد حساب لینے والے۔ ان لشکروں کو شکست دے۔ اے اللہ! انھیں شکست دے اور جھنجوڑ کر رکھ دے۔"

نعیم شہر سے ہوتے ہوئے فوراً ہی بنو قریظہ کے ہاں پہنچے۔ جاہلیت میں اِن کی اُن سے بڑی دوستی تھی۔ وہاں پہنچے تو اُن کے سرداروں نے کھانے کی پیش کش کی، نعیمؓ نے کہا: میں کھانے کے لیے نہیں بلکہ تمھارے بارے میں مجھے جو خدشات ہیں اُن سے خبردار کرنے اور ایک ضروری مشورہ دینے آیا ہوں۔ آپ لوگ جانتے ہیں کہ مجھے آپ لوگوں سے محبت اور خصوصی تعلق ہے! سرداروں نے یک زبان ہو کر کہا کہ اِس میں کیا شک ہے۔ نعیم نے کہا، قریش و غطفان محمد ﷺ سے جنگ کرنے آئے ہیں اگر وہ مسلمانوں کو فیصلہ کن شکست دینے میں ناکام ہو گئے اور واپس اپنے گھروں کو چلے گئے تو آپ لوگ محمد [ﷺ] اور اُن کے ماننے والوں کے رحم و کرم پر ہوں گے، اس لیے آپ کو چاہیے کہ قریش جب تک آپ لوگوں کو اپنے کچھ معزز آدمی یرغمال کے طور پر نہ دیں، آپ ان کے ساتھ جنگ میں شریک نہ ہوں، یہ معززین اس بات کی ضمانت ہوں گے کہ وہ مسلمانوں کو فیصلہ کن شکست دیے بغیر نہیں جائیں گے۔ بنو قریظہ نے کہا کہ آپ نے بہت مناسب رائے دی ہے۔ اُن کا دل اس بات پر جم گیا۔ نعیم نے اُن سے یہ وعدہ بھی لیا کہ وہ اُس کی آمد کا ذکر نہ اپنے لوگوں سے اور نہ ہی قریش سے کریں گے۔

حُیَیّ کی باتوں میں آ کر بنو قریظہ نے مسلمانوں سے معاہدہ ختم تو کر دیا تھا لیکن اندر ہی اندر پریشان تھے، وہ

جانتے تھے کہ اگر حُیَیؔ بھی اُن کے ساتھ قتل ہو گیا تو قریش اور غطفان کا اور سارے حجاز کا کیا بگڑے گا۔ دو برس قبل بنو قینقاع کو تو قتل کرنے کی باتیں ہو رہی تھیں، عبداللہ بن ابی کی پر زور سفارش پر جان بخشی ہو گئی تھی اب تو ہمارا شاید کوئی بھی دوست انصار میں اتنا بااثر نہیں ہے کہ اگر مدینے سے مسلمانوں کو مٹانہ دیا گیا تو مسلمانوں کے ہاتھوں ہمیں قتل ہونے سے کون بچا سکے گا۔ نعیمؓ کا مشورہ تواُن کے دل کی آواز تھا، خوب ہم آہنگ ہو گیا۔ اُنھوں نے اُس پر عمل کرنے پر سو فی صد اتفاق کر لیا۔ عقل کے ناخن نہ لیے، بجائے اس کے کہ دل میں محمد عربی ﷺ کی صداقت اور گزشتہ کم و بیش پانچ برسوں میں اُس کی اخلاقی عظمت کی جو کمزور لہریں تھیں اُن کی پکار پر لبّیک کہتے اور دربارِ نبوتؐ میں جا کر اپنے نقضِ عہد پر معافی مانگتے، اسلام قبول کر لیتے اور احزاب سے جنگ کے لیے خندق کے سامنے اُن کے مقابل کھڑے ہو جاتے۔

نعیم بن مسعود رضی اللہ عنہ کفارِ قریش کو عقل سکھاتے ہیں

بنو قریظہ کے بے وقوفوں کو "عقل" سکھا کر نعیمؓ سیدھے قریش کے درمیان اپنے قدیمی دوست ابو سفیان کے پاس پہنچے جو اُس وقت دیگر سرداروں کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا، محفل میں شریک ہونے کے بعد نعیم گویا ہوئے کہ آپ لوگوں سے مجھے جو محبت اور جذبہ خیر خواہی ہے اُس کے تو آپ لوگ گواہ ہیں نا! انہوں نے کہا: جی ہاں! نعیمؓ نے کہا کہ میں آپ کو ایک اہم اطلاع اس شرط پر دے سکتا ہوں کہ آپ تمام سردار اس بات کا حلف لیں کہ اطلاع دہندہ کا نام کبھی نہیں لیں گے۔ تمام سرداروں سے حلف لینے کے بعد نعیم نے اُنھیں وہ اہم اطلاع یوں دی کہ یہود نے محمد [ﷺ] اور ان کے رفقاء سے جو عہد شکنی کی تھی اس پر وہ سخت نادم ہیں۔ اور اب انھوں نے محمد [ﷺ] کو یہ پیغام بھیجا ہے کہ وہ (یہود) عہد شکنی پر نادم ہیں اور یہ پیش کش کی ہے کہ آپ لوگوں کے کچھ معززین کو آپ سے یرغمال کے طور پر حاصل کر کے مسلمانوں کے حوالے کر دیں گے تاکہ وہ اُن کا سر قلم کر دیں۔ اور یوں وہ مسلمانوں کے ساتھ اپنے توڑے ہوئے معاہدے کی تجدید کر لیں گے۔ سنا یہ ہے کہ محمد [ﷺ] نے اُن کی پیش کش قبول کر لی ہے، لہٰذا اگر وہ آپ سے یرغمال طلب کریں تو آپ ہرگز نہ دیجیے گا۔ اس کے بعد غطفان کے پاس پہنچے اور یہی باتیں کیں، وہ بھی ہوشیار ہو گئے۔

قریش اور غطفانی نعیم بن مسعود رضی اللہ عنہ کی اطلاع کی جانچ کرتے ہیں

حملہ آوروں [قریش اور غطفان] نے بجائے حُیَیؔ سے کچھ کہنے سننے کے، اس اطلاع کو جانچنے کا فیصلہ کیا اور جمعہ کی شب قریش نے یہود کو عکرمہ بن ابی جہل کے ہاتھوں یہ پیغام بھجوایا کہ ہمارا قیام کسی سازگار اور موزوں

جگہ پر نہیں ہے۔ گھوڑے اور اونٹ مر رہے ہیں، موسم بھی بہت سخت ہے۔ لہٰذا کل صبح اُدھر سے آپ لوگ اور اِدھر سے ہم لوگ محمد [ﷺ] پر حملہ کر دیں، یہود نے جواب میں عکرمہ سے کہا کہ بھئی کل تو سبت / سنیچر کا دن ہے کل کچھ نہیں ہو سکتا ہاں اتوار کو ہو سکتا ہے اگر آپ لوگ ضمانت دیں کہ جب تک محمد [ﷺ] کا خاتمہ نہیں ہوتا آپ لوگ ہمیں اُس کے رحم و کرم پر چھوڑ کر اپنے گھروں کو نہیں بھاگ جائیں گے۔ عکرمہ ہکا بکا رہ گیا، ضمانت کیسے دیں؟ اُس نے دریافت کیا۔ اپنے معززین کی ایک جماعت جنگ کے اختتام تک بطور یرغمال ہمارے قلعے میں ہماری مہمان نوازی سے لطف اندوز ہو! واللہ جب تک اپنے کچھ آدمی بطورِ یرغمال آپ لوگ ہمارے حوالے نہ کر دو ہم لڑائی میں شریک نہیں ہوں گے۔ عکرمہ جب یہ جواب لے کر واپس آئے تو قریش اور غطفان نے کہا: واللہ! نعیمؓ نے سچ ہی کہا تھا، چنانچہ انہوں نے یہود کو دوبارہ کہلوایا کہ اللہ کی قسم! ہم آپ کو کوئی آدمی نہیں دے سکتے لیکن آپ لوگوں کی بھی بھلائی اسی میں ہے کہ آپ لوگ ہمارے ساتھ ہی نکل پڑیں اور دونوں جانب سے محمد [ﷺ] پر ہلّہ بول دیا جائے۔ بنو قریظہ نے دوبارہ اپنا یرغمال طلب کرنے کا مطالبہ دُہرایا۔ دشمن کے دونوں فریقوں میں بداعتمادی اور شبہات پیدا ہو گئے اور اِن کو دور کرنے کا کوئی حل بھی نہیں تھا چاہے اُنھیں معلوم ہو جائے کہ اُن کے ساتھ چال چلی گئی ہے۔

۲۸. حُیَیّ بن اَخْطَبْ کا لگایا کھیت نعیم بن مسعود رضی اللہ عنہ کی چڑیاں چگ گئیں

ابو سفیان، حُیَیّ بن اَخْطَبْ کے پاس گیا اور کہا کہ تم نے مکے آکر ہم کو بڑی پٹیاں پڑھائیں تھیں کہ مدینے کے یہود بھی ہمارا ساتھ دیں گے، کہاں ہیں تمھارے یہود؟ حُیَیّ نے کہا بھائی آج سبت کا دن ہے کل دیکھنا قریظہ کے لوگ آگ بگولہ ہو کر محمد [ﷺ] کے خلاف لڑیں گے۔ ابو سفیان نے کہا کیا خاک لڑیں گے وہ تو ہمارے آدمی بطور یرغمال مانگ رہے ہیں تاکہ محمدؐ کے حوالے کر دیں اور وہ اُنھیں قتل کر دے، حُیَیّ حیرت اور پریشانی میں ڈوب گیا، اُس کے منہ سے کچھ نہ نکلا، ابو سفیان نے اُس کی خاموشی کو اقرارِ جرم ہی سمجھا، جوں ہی ابو سفیان ذرا اِدھر، اُدھر ہوا حُیَیّ بن اَخْطَبْ ڈر کے مارے کہ کہیں قریش اُسے قتل نہ کر دیں وہاں سے رفو چکر ہوا اور سیدھا بنو قریظہ کے پاس پہنچ گیا، اُس کو جلد معلوم ہو گیا ہو گا کہ چڑیاں اُس کا لگایا کھیت چگ گئیں ہیں!

آئیں ذرا کوہِ سلع کے دامن میں چلیں دیکھیں وہاں کیا ہو رہا ہے۔ سرخ خیمے کے باہر سینے سے اُٹھنے والی گڑگڑاہٹ میں اللہ کے معصوم نبیؐ کی دعائیں سنی جا سکتی تھیں جو وہ رو رو کے اور بلک بلک کر اپنے خالق و مالک سے کر رہا تھا: اللھم منزل الکتاب، سریع الحساب، اھزم الأحزاب، اللھم اھزمھم وزلزلھم۔ "اے اللہ!

کتاب (قرآن کو) اتارنے والے اور جلد حساب لینے والے۔ ان لشکروں کو شکست دے۔ اے اللہ ! انھیں شکست دے اور جھنجوڑ کر رکھ دے۔"

۲۹. طوفان باد و باراں

ابو سفیان واپس اپنے خیمے کی طرف شدید مایوسی میں پلٹ رہا ہے، حُیَیؓ تو خواہ مخواہ ڈر کر بھاگا، اُسے قتل کرنے کا اُس کا کوئی ارادہ نہیں تھا۔ آج محاصرے کا پچیسواں روز ہے وہ زیرک آدمی تھا جان گیا تھا کہ اب سوائے خالی ہاتھ یہاں سے اس طرح بھاگنا ہے کہ راستے میں نہ انسانوں کے لیے مناسب خوراک کا انتظام ہے اور نہ ہی گھوڑوں کے لیے چارہ۔ وہ یقیناً سوچ رہا ہو گا کہ بیوی کو کیا منہ دکھائے گا، اُسے اسلام اور مسلمانوں سے بڑی نفرت تھی، وہ غزوہ اُحد میں بااصرار آئی تھی، بدر میں اُس کے بھائی، باپ اور بیٹے مارے گئے تھے۔ ابو سفیان جان گیا ہو گا کہ آئندہ کبھی قریش اس قابل نہیں ہوں گے کہ مدینے پر چڑھائی کر سکیں، وہ اپنے خیمے میں پہنچا تو قریش کے دیگر سردار اور بااثر لوگ جمع تھے سارے ہی متفکر نظر آئے۔ کون جانتا ہے کہ کیا سوچ رہے ہوں گے ؟ مسلمانوں نے اپنے سے دس گنا، اُس وقت تک کی تاریخ میں عربوں کے سب سے بڑے فوجی حملے کو ناکام کر دیا تھا۔ نہ صرف ناکام کر دیا تھا بلکہ اپنے ڈسپلن سے اُن کے اندر اپنی عظمت اور اخلاقی برتری کا بیج بو دیا تھا۔ کون جانتا تھا کہ اِن تمام کی قسمت میں بلا استثناء اسلام قبول کرنا اور محمد ﷺ کی غلامی میں آنا اور اسلام کے خلاف اپنی اِن ساری کارگزاریوں پر مرتے دم تک نادم رہنا تھا! سردی بڑھ رہی تھی، ہوا میں بھی کچھ تیزی آ گئی تھی۔

حُیَیؓ بھی تیزی سے بنو قریظہ کے قلعوں کی جانب جا رہا تھا مبادا کہ شام گزر جائے اور قلعے کے دروازے بند ہو جائیں۔ جان گیا تھا کہ اُس کی ساری کوششیں اُلٹی ہو گئی ہیں۔ آج قریش اور غطفان ضرور بھاگ جائیں گے اور بنو قریظہ کو جو کچھ سزا ملے گی مجھے بھی وہ سہنی پڑے گی، اُس کے بیوی بچے تو خیبر میں پڑے ہیں شاید ہی اب وہ دوبارہ اُس کی شکل دیکھ سکیں !

ہوائیں اور تیز ہو گئیں اور سردی بھی مزید بڑھ گئی، بارش بھی ہونے لگی۔ ہر لمحے اندھیرے میں، سردی میں، بارش میں اور طوفان کی تیزی میں اضافہ ہو رہا تھا۔ ہوا میں اور شدت آ گئی، مسلمانوں کا کیمپ شدید ہوا کی راہ میں نہ تھا۔ ہوائیں گویا اُسے چھوڑ کر چل رہی تھیں۔ ہاتھ کو ہاتھ سجھائی نہ دیتا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے مشرکین پر تند ہواؤں کا طوفان بھیج دیا تھا۔ سرد ہوا اور اللہ کی فوج (ملائکہ کا لشکر) اُن کے خلاف کام کیے جا رہی تھی جس نے ان

کے خیمے اکھاڑ دیئے، ہانڈیاں الٹ دیں، طنابوں کی کھونٹیاں اکھاڑ دیں، کسی چیز کو اپنی جگہ نہ چھوڑا۔ اور سب سے بڑھ کر یہ کہ ان کے دلوں میں رعب اور خوف ڈال دیا جس نے انھیں ہلا ڈالا۔

۳۰. حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ خندق کے پار احزاب کے درمیان

اسی سرد اور کڑکڑاتی ہوئی رات کے بارے میں حذیفہ بن یمانؓ کہتے ہیں کہ کچھ صحابہ کے ایک گروپ نے جو اُس وقت آپؐ سے قریب تھا، آپؐ کو فرماتے سُنا کہ تم میں سے کون ہے جو جاکر دشمن کو دیکھے کہ وہ کیا کر رہا ہے اور واپس خبر لائے۔ میں اللہ سے دعا کروں گا کہ وہ جنت میں میرا ساتھی ہو؟ حذیفہؓ کہتے ہیں کہ ہم سردی اور بھوک کے ہاتھوں ایسے کم ہمت ہو رہے تھے کہ ہم میں سے ایک آدمی بھی اپنی جگہ سے نہ اُٹھا۔ جب یہ واضح ہو گیا کہ کوئی بھی اپنے آپ کو پیش کرنے پر تیّار نہیں ہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نام لے کر مجھے پکارا، میں اُٹھا اور آپؐ کی خدمت میں حاضر ہو گیا، یہ خیال میرے لیے بڑا ہمت افزا تھا کہ آپؐ نے سب میں سے خاص میرا انتخاب کیا، میرے اندر کچھ کر کے دکھانے کا جذبہ پیدا ہو گیا۔ ویسے بھی جب آپؐ کے لبوں پر میرا نام آ گیا تو تعمیل کے سوا میرے پاس چارہ ہی کیا تھا۔ آپؐ نے فرمایا تم جاؤ اور اِن لوگوں میں گھل مل کر دیکھو کہ وہ کیا سوچ رہے ہیں۔ لیکن میرے پاس آنے سے پہلے اپنے طور پر کوئی حرکت نہ کرنا۔

۳۱. بدحواسی میں احزاب کے بھاگنے کا منظر

میں ان کے محاذ میں پہنچا تو وہاں یہ حالت تھی کہ مشرکین واپس بھاگنے کے لیے تیار ہو چکے تھے۔ میں کسی طرح قریش کی سکڑی سمٹی فوج کے درمیان سے راستا بناتا ہوا وہاں جا پہنچا جہاں قریش کا سالار ابو سفیان بیٹھا ہوا تھا۔ میں نے چاہا کہ اُس کے سینے میں خنجر گھونپ دوں لیکن مجھے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے طور کچھ بھی کرنے سے منع کیا تھا۔ انھوں نے سردی سے کپکپاتے ہوئے رات گزاری۔ روشنی ہوتے ہی جب ہوا کا زور بھی کچھ کم ہو گیا تو ابو سفیان نے بلند آواز میں اعلان کیا کہ "اے قریش! ہمارے اونٹ اور گھوڑے مر رہے ہیں۔ یہودیوں نے ہم سے غداری کی، ہمیں خبر ملی ہے کہ وہ دشمن سے جا ملنے کی تیّاری کر رہے ہیں اور آندھی طوفان نے ہمارے ساتھ جو کچھ کیا ہے وہ تم دیکھ رہے ہو۔ اس لیے یہاں سے نکل چلو میں تو جا رہا ہوں" یہ اعلان کر کے بھاگ کر اپنے اونٹ کے پاس گیا، ابو سفیان کی بدحواسی کا عالم یہ تھا کہ اونٹ کی بندھی ہوئی ٹانگ بھی کھولنے کا اُسے ہوش نہ رہا اور اُس پر سوار ہو کر اُسے دوڑنے کا اشارہ کیا، بچارا اونٹ بمشکل تین ٹانگوں پر کھڑا ہو گیا تو اُس کی ٹانگ کھولی۔ یہ حالت دیکھ کر عکرمہ نے کہا تم ہمارے سردار ہو! (شرم کرو) کیا اپنی قوم کو چھوڑ کر اس طرح

بھاگ نکلو گے؟ ابو سفیان شرمندہ ہو کر اونٹ سے نیچے اتر آیا، فوج نے پڑاؤ اُٹھا کر نکلنا شروع کیا ابو سفیان اُس وقت تک کھڑا رہا جب تک سب لوگ نہ نکل گئے سوائے عمرو بن العاص اور خالد بن ولید کے، جنھوں نے طے کیا تھا کہ وہ دو سو سواروں کے دستے کے ذریعے پیچھے سے اپنے لشکر کی حفاظت کریں گے۔ (کسی اور کو کیا اُس وقت خود خالد اور عمرو کو بھی نہیں معلوم تھا کہ یہ دونوں جلد ہی انھی رستوں سے واپس اپنے ضمیر کی آواز پر اپنے آپ کو رسول اللہ ﷺ کے حوالے کرنے آرہے ہوں گے) فوج کے پڑاؤ اُٹھانے کے دوران کسی مرحلے پر خالد کے منہ سے نکلا کہ ہر ذی عقل انسان جانتا ہے کہ محمد [ﷺ] نے غلط بیانی نہیں کی تھی۔ ابو سفیان کو اُس کی یہ بات بڑی ناگوار لگی اور بولا کسی دوسرے کے بجائے تمھارے منہ سے یہ بات نامناسب لگتی ہے۔ خالد نے کہا ایسا کیوں؟ (ایک صحیح بات تو کسی بھی منہ سے صحیح ہوتی ہے) کیوں کہ محمد نے تمھارے باپ کی ذرّہ برابر عزّت نہیں رہنے دی اور تمھارے قبیلے کے سردار عمرو بن ہشام [ابو جہل] کو قتل کروادیا۔

۳۲. خندق کے اِس جانب مسلمانوں کے کیمپ کے مناظر

حذیفہؓ کہتے ہیں کہ قریش کی روانگی دیکھنے کے بعد میں غطفان والوں کے کیمپ کی طرف آیا۔ وہ جگہ کامل ویران پڑی تھی وہ پہلے ہی نجد کی جانب جاچکے تھے۔ حذیفہؓ اب پلٹ کر رسول اللہ ﷺ کے پاس پہنچے تو آپؐ سردی سے بچنے کے لیے اپنی ازواجِ مطہرات میں سے کسی کی چادر اوڑھے ہوئے نماز کی حالت قیام میں تھے۔ مجھے قریب بیٹھنے کا اشارہ کیا، میں بیٹھ گیا تو چادر کا ایک سرا میرے اوپر ڈال دیا۔ اسی حالت میں کہ میں چادر کے نیچے تھا آپؐ نے رکوع وسجود فرمائے۔ جب آپؐ فارغ ہوئے تو میں نے اُنھیں ساری خبر سُنائی۔ بلال رضی اللہ عنہ نے صبح کی اذان دی، جب سب نے صلوٰۃ الفجر ادا کرلی اور روشنی پھیل گئی تو خندق کے پار میدان خالی نظر آیا۔

۳۳. اب وہ ہم پر نہیں، ہم اُن پر فوج کشی کریں گے!

محاصرے کو شروع ہونے کے بعد یہ چھبیسویں صبح طلوع ہوئی، رسول اللہ ﷺ نے خندق کے پار میدان کو صاف دیکھا تو دعاؤں کو قبول کرنے والے اور نصرت کرنے والے، اپنے رب کی کچھ اس مفہوم میں تعریف کی، اعتراف کیا اور شکریہ ادا کیا: وقد ردَّ الله عدوه بغيظهم لم ينالوا خيراً وكفاه الله قتالهم، فصدق وعده، وأعز جنده، ونصر عبده، وهزام الحزاب وحده [ترجمہ: اللہ نے دشمن کو کسی کامیابی کا موقع دیے بغیر عالمِ غیظ وغضب میں واپس کردیا۔ اور وہ (ایک اکیلا اللہ) اُن سے جنگ کے لیے تنہا کافی ہوا۔ اللہ نے اپنا وعدہ پورا کیا۔ اپنے لشکر کو عزت بخشی، اپنے بندے کی مدد کی۔ اور تن تنہا

سارے لشکر کو شکست دی۔]

آپؐ نے مزید فرمایا : الآن نغزوھم ولا یغزونا، ونحن نسیرإلیھم۔ (جان لیا جائے کہ بہت ہو گیا) اب ہم ان پر فوج کشی کریں گے، وہ ہم پر فوج کشی نہ کریں (کر سکیں) گے، اب ہم اُن کی طرف چلیں گے۔

رسول اللہ ﷺ نے اصحابؓ کو گھر لوٹ جانے کی اجازت دے دی، کم و بیش چھبیس دن لوگ مصروف رہے تھے شوال کے مہینے کی یہ کوئی آخری تاریخ تھی اور غالباً بدھ کا روز، یاد رہے کہ شوال کی بالکل ابتدائی کسی تاریخ کو کھدائی کی مہم شروع ہوئی تھی۔ اجازت پاتے ہی لوگ تیزی سے شہر کی جانب چل دیے۔ لوگوں کے کچھ آگے نکل جانے کے بعد رسول اللہ ﷺ نے یہ سوچ کر کہ خندق کو محافظوں سے خالی کرانے کے لیے دشمن نے کوئی چال چلی ہو اور کوئی گروپ کہیں چھپا ہو اور آکر خندق پار کرے یا جاسوس اور بنو قریظہ اُنھیں واپسی کی ترغیب دیں آپؐ نے عبداللہؓ بن عمر اور جابر بن عمرؓ کو لوگوں کی طرف بھیجا کہ اُنھیں پکاریں اور واپس بلائیں۔ یہ دونوں اُن کے پیچھے واپسی کا اعلان کرتے ہوئے گھروں تک پہنچ گئے لیکن لوگ شاید اتنے نڈھال اور بے حال تھے کہ کچھ سُن ہی نہ سکے، دونوں نے آکر آپؐ کو صورتِ حال بتائی تو آپؐ نے تبسّم فرمایا اور خندق پر موجود باقی اصحابؓ کے ساتھ شہر کی جانب چل دیے۔

واقعات کی دنیا میں غزوہ خندق [یا غزوہ احزاب] یہاں تکمیل کو پہنچ گیا لیکن حقیقت یہ ہے کہ بنو قریظہ کی پامالی اِسی کا ایک تسلسل ہے۔ مورخین اور اصحاب السیر بوجوہ اِسے علیحدہ ہی بیان کرتے ہیں اور وجہ بھی معقول ہے کہ غزوہ احزاب میں کفار نے مدینے کو مٹا دینے کے لیے حملہ کیا تھا اور میدانِ جنگ مدینے کے سامنے واقع اُس میں داخلے کا وسیع میدان بنا تھا۔ چڑھ آنے والی فوجوں کے فرار ہو جانے کے بعد بنو قریظہ کے قلعوں کی فصیلوں کے باہر مسلمانوں کے محاصرہ کرنے سے اس دوسری جنگ کا آغاز ہوا۔

دونوں جنگوں کے متصل ہونے کے باوجود تاریخیں مختلف ہیں، جنگ کی جگہ مختلف ہے اور مسلمانوں کے سامنے دشمن اب کوئی اور ہے۔ پہلی جنگ غیر مسلموں کی مسلمانوں پر مسلط کی ہوئی تھی جب کہ دوسری جنگ کا آغاز مسلمانوں نے اپنے شہر کے غدّاروں سے نجات حاصل کرنے کے لیے کیا ہے۔

☆☆☆☆☆

اہلِ ایمان کو بستر پر بھی شہادت مل سکتی ہے

سنہ ۵ ہجری کے اہم ترین واقعات غزوہ خندق اور بنو قریظہ کی پامالی ہیں، جنھوں نے اسلام کو اُس دور میں دفاعی پوزیشن سے نکال کر اقدامی حیثیت عطا کر دی تھی۔ لیکن اِن دونوں سے بھی زیادہ اہم اور خوش کن وہ بشارت تھی جو سُوْرَۃُ الْحَدِیْد میں مومنین و صادقین کو دی گئی کہ خلوص و وفا کے ساتھ جو ایمان والے اپنے ایمان کا حق ادا کرتے ہوئے اپنے رب کے پاس اس دنیا سے واپس پلٹیں گے وہ شہید ہوں گے۔

وَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَ رُسُلِهٖۤ اُولٰٓئِكَ هُمُ الصِّدِّيْقُوْنَ ۖۗ وَ الشُّهَدَآءُ عِنْدَ رَبِّهِمْ ؕ ﴿۲۵﴾ ترجمہ: اور جو لوگ اللہ اور اس کے رسولوں پر ایمان لائے ہیں وہی اپنے رب کے نزدیک صدیق اور شہید ہیں۔ [تفصیل کے لیے دیکھیے اِس کتاب کے صفحات ۲۴ تا ۳۰]

قرآن ہر اُس مومن کو شہید قرار دیتا ہے جو اپنے عمل سے حق کی شہادت کا حق ادا کر دے چاہے وہ اللہ کی راہ میں میدانِ جنگ میں نہ مارا گیا ہو۔ پس جو اللہ کے دین کے لیے لگا رہے پورے اخلاص کے ساتھ شہادت کی تمنا لیے ہوئے اور اپنے مال، اوقات، صلاحیتوں اور خواہشوں کو اللہ کے لیے وقف کر دے بستر پر بھی شہادت پا سکتا ہے، جیسے پائی اللہ کے رسول ﷺ اور صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ نے!